رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

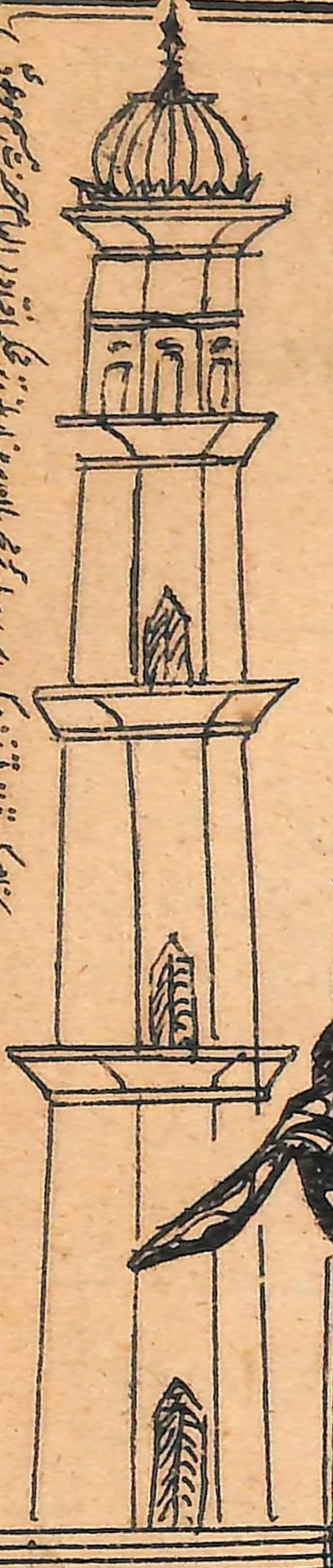

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

اخبار الحکم

ہفتہ وار

قادیان

دور جدید

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی
بیا در زمرہ مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ — مدیر مسئول
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی :: شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ

حکومت اور والیان ریاست سے [illegible]
امرا و رؤسا سے [illegible]
معاونین " [illegible]
عوام " [illegible]
ممالک غیر سے ۱۲؍

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ
۲؍

جلد ۴۱ | مورخہ ۱۸/۲۵ محرم ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴-۲۱-۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء یوم دوشنبہ | نمبر ۸-۹-۱۰

خلافت اسلامیہ

حضرت مولینا عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم۔ اے امام مسجد لنڈن کا خلافت اسلامیہ پر

معرکۃ الآراء مضمون

ہمارے مجاہد کبیر حضرت مولینا عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم۔ اے اپنی گرانقدر خدمات دینیہ اور اپنے تبحر علمی کی وجہ سے جو خاص امتیاز جماعت میں رکھتے ہیں۔ وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے۔ آپ نے حال میں ایک نہایت ہی بلند پایہ تصنیف انگریزی زبان میں شائع فرمائی ہے۔ جو نہ صرف وقت حاضرہ ہی کے لئے ایک مفید ترین تصنیف ہے۔ بلکہ آئندہ زمانے کی ضرورتوں کے لحاظ سے بھی ایک فیصلہ کن چیز ہے۔ یہ تصنیف

خلافت اسلامیہ

کے اہم عنوان کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ اور خلافت اسلامیہ کے تمام ممکن عنوانات پر سیر کن بحث کی گئی ہے۔

الحکم نے اس ٹھوس اور معلومات سے پُر مضمون کا ایک قابل گریجوئیٹ سے ترجمہ کروایا ہے۔ جو اردو خوان پبلک کی معلومات میں قیمتی اضافہ کرنے کا باعث ہوگا۔

چونکہ یہ مضمون ایک نمبر میں نہیں آسکتا اس لئے ۷ اور ۱۴ اپریل کا پرچہ اکٹھا کر دیا جائے گا۔ کچھ کاپیاں زائد چھپوائی جائیں گی۔ مجلس مشاورت پر آنے والے جو احباب اس پرچہ کو خریدنا چاہیں گے خرید سکیں گے

جو احباب زائد کاپیاں لینی چاہیں وہ بذریعہ ایک کارڈ اطلاع دے دیں اس کے مطابق ان کے لئے کاپیاں رکھی جائیں گی۔

یہ نمبر الحکم کے موجودہ سائز پر نہیں ہوگا۔ بلکہ کتابی صورت پر شائع کیا جائے گا۔ تاکہ احباب اگر الگ جلد کرانا چاہیں تو کرا سکیں الحکم کے اس نسخہ کی قیمت چار آنے فی کاپی ہوگی۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان

پیام امام جماعت احمدیہ کے نام

رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ لوگ پہلی ہی جماعت نہیں ہیں۔ جن کو خدا کے لئے قربانیاں کرنی پڑی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے ہیں۔ تم سے پہلے لوگوں کو دین کے لئے آروں سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور انہوں نے اف تک نہ کی۔ صحابہؓ کا نمونہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی آواز کو جس اخلاص سے سنا اور اس پر عمل کیا۔ تاریخ کے صفحات اس پر شاہد ہیں۔ بندوں کی شہادت کے سوا خدا تعالےٰ کی شہادت بھی ان کو حاصل ہے۔ فرماتا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ خدا ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ خدا سے راضی ہو گئے ۔

آج وہی بوجھ آپ لوگوں کے کندھوں پر رکھا گیا۔ وہی امانت آپ کے سپرد کی گئی ہے اور آپ کی کمزوری کو دیکھ کر خدا تعالےٰ نے اس بوجھ کو لمبے زمانہ میں پھیلا دیا ہے ۔

لیکن جہاں بوجھ پھیل جانے سے بعض لحاظ سے ہلکا ہو گیا ہے۔ بعض دوسرے لحاظ سے بھاری بھی بن گیا ہے۔ کیونکہ کئی ہیں جو بھاری قربانی تھوڑے عرصہ میں کر سکتے ہیں۔ لیکن ہلکی قربانی لمبے عرصہ تک نہیں دے سکتے

لیکن یہ امر میرے یا آپ کے اختیار کا نہیں۔ خدا تعالےٰ نے فیصلہ کرنا تھا۔ اور اس نے فیصلہ کر دیا جف القلم علیٰ ما ھو کائن یعنی قدرت کے فیصلہ کی سیاہی خشک ہو چکی ہے۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا ۔

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک کے بعد دوسرا ابتلا آنے والا ہے دشمن ایک طرف سے ناکام ہو کر دوسری طرف سے حملہ کرے گا۔ اور اس کی پوری کوشش ہو گی کہ آپ کو تھکا دے۔ خدا نہ کرے کہ اس کی یہ خواہش پوری ہو۔ مگر میں آپ میں سے بعض کو تھکتے ہوئے دیکھتا ہوں میں بعض کی کمریں ایک ہلکے بوجھ کے نیچے بھی خم ہوتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کا راستہ پل صراط قرار دیا ہے جو جہنم پر بندھا ہوا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اس پل پر جو ٹھہرا سیدھا جہنم میں گیا۔ یہ کیسا خطرناک انجام ہے۔ یہ کیسا بھیانک خاتمہ ہے۔ خدا اس سے ہر شخص کو محفوظ رکھے ۔

آپ لوگوں نے اس سال علاوہ عام چندوں یا وصیتوں کے اپنی مرضی سے تحریک جدید کے چندے اپنے اوپر واجب کئے ہیں۔ اور بعض نے جوبلی تحریک میں بھی حصہ لیا ہے۔ ان سب چندوں کو ملا کر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سال اور آئندہ سال آپ لوگوں کے لئے سخت امتحان کے سال ہیں۔ اور ان کا اثر چونکہ تیسرے سال پر بھی پڑتا ہے۔ تیسرا سال بھی سخت ہی سمجھنا چاہیے گویا یہ تین سال آپ کی زندگیوں کے خاص قربانی والے سال ہیں۔ جن میں آپ نے اپنے ایمان کا امتحان دینا ہے ۔

مگر کیا آپ نے اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے پوری تیاری کی ہے؟ یہ سوال ہے جس کا جواب اگر آپ اپنے ایمان کو بچانا چاہتے ہیں۔ آپ کو فوراً دینا چاہیئے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ چندہ تحریک جدید کے بارہ میں جو اس سال بعض دوستوں نے سستی دکھائی ہے وہ تھکان پر دلالت کرتی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ بعض لوگ اس امتحان میں فیل نہ ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ ان پر رحم کرے اور ان کو بچائے۔ اللّٰھم آمین

پس میں اس اعلان کے ذریعہ سے تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ بڑھتا ہوا بوجھ گزارہ میں سخت تنگی کئے بغیر نہیں اٹھایا جا سکے گا پس جو چاہتا ہے کہ اس امتحان میں کامیاب ہو اسے چاہئے کہ اپنے بیوی بچوں کو اپنا ہم خیال بنائے۔ اور اپنے خرچوں میں تنگی کرے تاکہ یہ بوجھ اٹھ سکے۔ جو لوگ ایسا نہ کریں گے۔ وہ اپنی ناکامی پر اپنے ہاتھوں سے مہر لگائیں گے۔ العیاذ باللّٰہ۔

میں تمام جماعتوں کو اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ دو ہفتہ کے اندر اندر تمام پنجاب کی جماعتیں تحریک جدید کے دو سیکرٹری مقرر کر کے مجھے اطلاع دیں۔ ایک مالی سیکرٹری اور ایک عام سیکرٹری۔ مالی سیکرٹری چندہ جمع کرنے کا کام کرے اور عام سیکرٹری دوسری شرطوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ کرے۔ مالی سیکرٹری ہو سکتا ہے کہ موجودہ مالی سیکرٹری ہی کو تجویز کر دیا جائے۔ یہ اطلاعات فوراً مل جانی چاہئیں۔ اور ان لوگوں کو فوراً چندوں کی وصولی کا کام شروع کر دینا چاہیئے۔ اور میری منظوری کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔

پنجاب کے باہر ہندوستان کے لئے ایک ماہ۔ اور بیرون ہند کے لئے اڑھائی ماہ کی مہلت مقرر کی جاتی ہے۔ چونکہ تحریک جدید کو اپنے کاموں کے لئے فوراً روپیہ کی ضرورت ہے سیکرٹریوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ رقم جمع نہ رکھیں۔ بلکہ ساتھ کے ساتھ فائنشل سیکرٹری کے نام بھجواتے جائیں۔

یہ اعلان پانچ دفعہ شائع کیا جائے گا۔ ہر احمدی جماعت سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اسے جمعہ کے موقعہ پر سب دوستوں کو سنانے کا انتظام کر دے گی۔ اور ہر احمدی دوست سے بھی امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور دوستوں تک یہ اعلان پہنچا دے گا۔ شاید اللہ تعالےٰ اس کی زبان میں اثر دے۔ اور شاید وہ دوسرے کے ثواب میں بھی شریک ہو جائے ۔

خاکسار۔ میرزا محمود احمد

سیرت المہدی کا ایک ورق

روایات مولوی مدد خان صاحب انسپکٹر بیت المال

میں جو کچھ بھی ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھونگا۔ وہ اپنے دیدہ اور مشاہدہ حالات کو زیر قلم کیئے ہوئے ہوگا۔ اے خدا میرے بیانات میں اگر کسی قسم کی غلطی رہ جائے۔ تو اُس پر پردہ پوشی کیجیو۔ اور میری ناقص تحریر میں برکت ڈالیو۔ آمین۔

①

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا وقت جب قریب تھا۔ تو اُس وقت خاکسار حضور کو دبا رہا تھا۔ میں حضور کی چار پائی پر داہنی طرف بیٹھا ہوا تھا جس وقت حضور کی نزع کا وقت قریب آیا۔ اور حضور کی پاک رُوح اپنے مالکِ حقیقی کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ تو اُس وقت حضرت ام المومنین تشریف لائے۔ اور میرے پاس ہی چار پائی پر حضور کے سر مبارک کی طرف بیٹھ کر خدا تعالےٰ سے حضور کی صحت کے لیئے دعا مانگنی شروع کی۔ خاکسار اُس وقت حضور کی ٹانگیں اور پاؤں دبا رہا تھا۔ مجھ کو خوب اچھی طرح یاد ہے، کہ حضرت ام المومنین نے حضور کی نزع کے وقت حضور کو چینی کی پیالی میں قہوہ یا شہد ڈال کر (میرا غالب خیال ہے۔ کہ قہوہ ہی تھا۔) جو کہ اُس وقت حضور کے دہنِ مبارک میں دو بار ٹپکایا۔ جب پہلی بار ٹپکایا۔ تو حضور کے حلق سے نیچے اُتر گیا۔ لیکن جب دوسری دفعہ ٹپکایا گیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ حضور کو حلق سے نیچے کرتے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ جس پر میں نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں عرض کی۔ کہ امّاں جی! حضور کو پیتے وقت تکلیف ہوتی ہے حضور کو نہ پلائیں۔ حضور تو اب جا رہے ہیں۔ آپ نے میری طرف منہ پھیر کر دیکھا۔ اور حضور کو پلانا چھوڑ دیا۔ ابھی اثناء میں حضور دو تین منٹ کے اندر اندر ہی اپنے حقیقی مالک کو جا ملے۔

مجھ کو وہ وقت بھی یاد ہے۔ کہ جب حضور نے اپنی وفات سے پیشتر ہی فرمایا تھا۔ کہ "میری وفات اب قریب ہے۔ وہ وقت جو ہوگا۔ اک قیامت کا نمونہ ہوگا۔" آپ کا فرمانا بجا تھا۔ وہ وقت ہمارے لیئے عین ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ ہمارے ہوش و حواس اختیار میں نہ تھے۔ زمین و آسمان چکّر کھاتے نظر آ رہے تھے۔ اور تمام دوست جو اُس وقت موجود تھے۔ زار و قطار رو رہے تھے۔ میری حالت ایسی تھی۔ جیسے کوئی سودائی ہوتا ہے۔ دیوانہ وار روئے چلا جا رہا تھا۔ دل میں سخت پریشانی اور اضطراب تھا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ حضور کی حالت بدل رہی تھی۔ تو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز یہ دعا مانگ رہے تھے۔ کہ :۔ "اے خدا! ہماری عمر آپ کو دیدے"۔ بار بار یہی الفاظ آپ اپنی زبان سے نکال رہے تھے۔ اور چار پائی کے گرد گھوم رہے تھے۔ یا تو آپ بار بار مذکورہ بالا الفاظ آپ کے لیئے بطور دعا استعمال میں لا رہے تھے۔ یا ایک دم انہی پہلے الفاظ بدل کر یہ الفاظ کہنے شروع کیئے۔ کہ "میں دشمن کے ساتھ مقابلہ کرونگا۔ اور ضرور ہی کرونگا۔" مجھ کو ان سے آگے اور الفاظ یاد نہیں رہے۔ جو آپ نے اس وقت کہے۔ آپ کے یہ الفاظ کہنے پر مجھے یہ خیال گذرا۔ کہ آپ نے یہ الفاظ کہنے کیوں شروع کر دیئے۔ لیکن یہ خدا ہی جانتا ہے۔ کہ اِن الفاظ میں کیا راز مضمر تھا۔ اِس کے بعد تمام لوگ باہر برآمدہ میں آ بیٹھے۔ چونکہ اندر کثرت سے مستورات آ گئی تھیں۔ اُس وقت جبکہ تمام لوگ آپ کی وفات پر رو رہے تھے۔ اُن میں مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی شامل تھے۔ جو کہ نہائت اضطراب اور بیقراری سے رو رہے تھے۔ اتنے میں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ تشریف لے آئے۔ آپ نے تمام احباب کو روتے دیکھکر مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب اگر ہم تم اِسی طرح روتے رہے۔ تو یاد رکھیں یہ سب کے سب لوگ ابھی ہلاک ہو جائیں گے۔ اِن میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ آپ اچھا نہیں کر رہے۔ کیا نورالدین کو آپ سے پیار یا محبّت نہیں تھی؟ مولوی صاحب نے کہا۔ اُس وقت جناب آپ صدیق بھی تو تھے۔ کہاں آپ اور کہاں ہم۔ اس کے بعد میں اِس خیال پر کہ ہم اسی رات قادیان چلے جائینگے اپنی اہلیہ کو اپنی کوٹھی سے لینے چلا گیا۔ میرے واپس آنے تک حضور کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا۔ جب میں واپس آیا۔ تو اس وقت بھی پچاس ساٹھ کے قریب اشخاص تھے جنہوں نے ابھی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ لہذا ہم نے پھر اکٹھے ہو کر نماز جنازہ ادا کی۔ ان دنوں میں چونکہ نواب محمد علی صاحب کے ہاں ملازم تھا۔ اِس لیئے بعض حالات کے ماتحت ہم جنازہ کے ساتھ اس وقت قادیان نہ آسکے صرف اسٹیشن تک ہی جنازہ کے ساتھ آئے۔ اور پھر واپس چلے گئے۔ لیکن کچھ دنوں بعد ہم بھی قادیان آ گئے۔

حضور کی وفات ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے اوپر کے کمرہ میں ہوئی تھی۔ جب میں اپنی اہلیہ کو ساتھ لیکر واپس آیا۔ تو حضور کی نعش مبارک کو اوپر سے اُتار کر نیچے صحن میں چار پائی پر رکھا ہوا تھا۔ اور دروازہ پر پولیس کا پہرہ تھا۔ جب میں اندر جانے لگا۔ تو پہرہ داروں نے مجھے اندر جانے سے روکا۔ اتنے میں خواجہ کمال الدین صاحب آ گئے۔ انہوں نے جب دیکھا۔ کہ پولیس والے مجھے اندر جانے سے روک رہے ہیں۔ تو آپ نے پولیس والوں کو کہا۔ کہ انہیں مت روکو۔ یہ خاص اپنے آدمی ہیں۔ انہیں جانے دیں۔ میں جب اندر گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور کی نعش مبارک صحن میں چار پائی پر رکھی ہوئی ہے۔ میں دیکھتے ہی پھر رونے لگ پڑا۔ یہ میرے اپنے اختیار کی بات نہ تھی بلکہ ہر ایک کو آپ کو دیکھتے ہی خود بے اختیار رونا آتا تھا۔ کیونکہ ہر ایک کو آپ کی جدائی کا ازحد صدمہ تھا۔

اس وقت چاروں طرف سے رونے اور چیخوں کی پکار سنائی دیتی تھی۔ غرضیکہ اس قدر شور تھا۔ کہ ہمارے رونے کی آواز دیواروں اور پتھروں سے ٹکرا کر ایک اور آواز پیدا کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ دیواریں اور پتھر بھی آپ کی جدائی پر ہمارے رونے میں شامل ہیں۔ وہ سماں ایک حشر کا نظارہ دکھا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ آپ کی جدائی کے صدمہ میں کئی جانیں ہلاک ہو جائینگی۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تو اندر بھجوا دیا۔ جہاں کہ مستورات کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور میں خود حضور کی چار پائی کے ساتھ اپنا سر لگا کر رونے لگ پڑا۔ اتنے میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بمعہ ایک ہندو بابو صاحب کے آ گئے۔ جب وہ چار پائی کے قریب آئے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا۔ کہ میاں مدد خاں۔ یہ بابو صاحب حضور کو دیکھنے کے لیئے آئے ہیں۔ آپ حضور کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اُٹھا دیں۔ تا بابو صاحب حضور کا چہرۂ انور دیکھ لیں۔ میں نے حضور کے چہرۂ انور سے کپڑا اُٹھایا۔ تو اس ہندو بابو کو حضور کا چہرۂ نورانی دیکھتے ہی رونا آ گیا۔ اور پھر سجدہ میں گر پڑا۔ اور روتے روتے ہی کہنے لگا۔ کہ یہ تو پرماتما ہے۔ یہ منش نہیں ہے۔ ہائے افسوس! میری بدقسمتی نے مجھے اس درجہ تک پہنچایا۔ کہ میں بدقسمت آپکی زندگی میں آپکا درشن نہ کر سکا۔ یہ میری بدقسمتی تھی۔ کہ میں ہمیشہ تیاریاں ہی کرتا رہا۔ کہ جا کر آپ کا درشن کروں۔ مگر میری بدقسمتی نے مجھ کو راستہ نہ دیا۔ اور آپ کی خدمت میں نہ ہی آنے دیا۔ افسوس! درشن تو ہوا۔ مگر آپ کی زندگی میں نہ ہوا۔ آپنے اپنا چہرہ مبارک تو دکھایا۔ مگر مر کر ہی دکھایا۔ ہائے افسوس! میں کیسا بدقسمت انسان ہوں۔ جب تک وہ سجدہ

میں گرا رہا۔ وہ اپنے آپ کو بہت ہی کوستا۔ اور ملامت کرتا رہا۔ اور ساتھ ہی کثرت سے آہ وزاری کرتا رہا۔ اُس کی آہ وزاری نے حاضرین کو پھر دوبارہ رُلا دیا۔ اور ایسا رولایا۔ کہ کوئی فرد اُس وقت ایسا نظر نہ آتا تھا۔ جو رو نہ رہا ہو۔ وہ وقت بھی واقعی ایک قیامت کا نمونہ تھا۔ مجھ کو اس وقت یاد آ گیا۔ جن دِنوں پہلے پہل وصیت کرنیکا حکم ہُوا تھا۔ اُنہیں دنوں حضور نے اپنے گھر میں جہاں اَب حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب رہائش رکھتے ہیں۔ اُس کے ایک کمرہ میں جہاں کہ کاٹھ کا زینہ لگا ہُوا تھا۔ حضور نے اُس کے ذریعہ اوپر سے نیچے تشریف لاکر تقریر فرمائی۔ جسمیں آپ نے فرمایا۔ کہ "مجھ کو خدا کی طرف سے باربار پیغام آرہا ہے۔ کہ اب میری وفات کا وقت بہت قریب آرہا ہے۔ لیکن اِدھر میں دیکھتا ہوں۔ کہ میری جماعت ابھی بالکل شیرخوار بچے کی طرح ہے۔ جیسے کسی شیرخوار بچے کی ماں مرجاتی ہے، اور وہ شیرخوار بچہ اپنی ماں کو نہ پاکر بلبلاتا اور روتا ہے ویسی حالت اس وقت میری جماعت کی ہے۔ جس کا یہ غم بھی میرے دِل میں ہے۔"

(۲)

حضور نہایت ہی شفیق اور مہربان تھے۔ آپ کی شفقت کے متعلق مجھے یاد ہے۔ کہ جن دِنوں میں نواب محمد علیخاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ کے ہاں ملازم تھا۔ ایک دفعہ مجھے اپنی اہلیہ سمیت نواب صاحب کے ہمراہ لاہور جانے کا اتفاق ہُوا۔ اُن دِنوں نواب صاحب کی کوٹھی لاہور کے جیل خانہ کے قریب ہی تھی۔ ہم بھی نواب صاحب کے ہاں اُس کوٹھی میں ٹھہرے ہمارے لاہور میں آنے کے کچھ دن بعد حضور بھی بمعہ حضرت اُمّ المومنین لاہور میں تشریف لے آئے۔ اور اپنی رہائش ڈاکٹر سیّد محمد حسین صاحب کے مکان پر فرمائی۔ چنانچہ یہی وہ موقعہ تھا۔ جسمیں کہ حضور کا وصال ہو جاتا ہے۔ حضور کے لاہور تشریف لانے پر میری بیوی حضور کے ہاں ملنے چلی گئی۔ اُس کے جانے کے تین چار دِن بعد میں کچھ بیمار ہو گیا۔ میری بیماری کی خبر کسی نے حضرت اُم المومنین کی خدمت میں بھی پہنچا دی۔ جس کی اِطلاع پاتے ہی حضرت اُمّ المومنین نے میری بیوی کو میری بیماری کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تو جلدی چلی جا۔ اتنے میں حضور بھی باہر سے اندر تشریف لے آئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اَب تو عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ کل ہم جب سیر کے لئے رتھ میں جائینگے تو اِس کو (میری بیوی کو) بھی اپنے ساتھ رتھ میں بٹھا کر لیجائینگے اور وہاں اُتار دینگے۔ جس پر حضرت اُم المومنین نے حضور کو فرمایا۔ کہ حضور کلثوم (میری بیوی کا نام) کو ابھی رخصت کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ میں نے سُنا ہے۔ کہ مدد خاں بیمار ہے۔ اِس لئے اِسکا ابھی چلے جانا ضروری ہے۔ تب حضور نے اسی وقت میری بیوی کو جانے کی اجازت دیدی۔ اور رتھ کے ساتھ غوث بی بی زوجہ نور محمد صاحب خادم کو اُس کے ہمراہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جاکر کلثوم کو پہنچا آ۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ کلثوم فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ سب ہی خیر ہوگی میں بھی دعا کرونگا۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ رحم کریگا۔ یہ لے خربوزہ جاکر مدد خاں کو دیدینا۔ خدا شفا دے گا۔ وہ خربوزہ میری بیوی نے مجھے آکر دیدیا۔ اور کہا۔ حضور نے یہ خربوزہ آپ کے لئے بھیجا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ کیا حضور نے میرا نام لے کر تم کو یہ خربوزہ دیا تھا؟ جس پر میری بیوی نے کہا۔ کہ ہاں یہ خربوزہ حضور نے آپ کا ہی نام لے کر آپ کے لئے بھیجا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا تھا۔ کہ یہ خربوزہ وہ کھائیں اللہ تعالےٰ انہیں شفا دیگا۔ میں نے وہ خربوزہ اپنی بیوی سے لے کر کھا لیا۔ وہ خربوزہ وزن میں کوئی تین پاؤ کے قریب ہوگا۔ خربوزہ کھاتے ہوئے میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ حضور کا یہ تبرک میں اکیلا ہی تمام کا تمام کھاؤنگا۔ اور کسی کو بھی نہ دونگا۔ اس پر میری بیوی نے کہا۔ کہ حضور نے بھی یہی فرمایا تھا۔ کہ یہ میرا تبرک اپنے میاں کو دینا۔ اور اُن کو کہنا۔ کہ تبرک کھالیں۔ خدا شفا دیگا۔ پھر کہنے لگی۔ کہ ہم نے تو بہت خربوزے کھائے ہیں۔ یہ حضور نے صرف آپ ہی کے لئے دیا ہے۔ میں نے وہ خربوزہ سب کا سب ہی کھا لیا۔ جس کے کھانے پر میری شدید دردِسر جاتی رہی اور میری بیماری بھی دور ہوگئی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے پاک بندے اپنے مبارک ہاتھوں میں شفا کا اثر اور دعاؤں میں شرفِ قبولیت رکھتے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ اپنے پاک بندوں سے اتنا راضی ہو جاتا ہے۔ کہ اسکا اپنا آپ اُن کے لئے ہو جاتا ہے۔ جو اس کا پیارا بندہ کہتا ہے۔ وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضور کی مجھ سے اِس شفقت و محبت سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضور اِس قسم کے شفیق تھے۔ کہ ہر ایک سے اپنے بچوں کی طرح شفقت اور حسن سلوک سے پیش آتے کہ آپ کی نظیر اس زمانہ میں کہیں نہیں ملتی۔

(۳)

ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینہ میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ اِس دفعہ قادیان جاکر روزے رکھوں۔ اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ ان دنوں میں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہُوا تھا۔ میری اس وقت ہرچند یہی خواہش تھی۔ کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں۔ تا حضور کے چہرۂ مبارک کا دیدار حاصل کرسکوں۔ اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلی بیعت ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۶ء میں ڈاک کے ذریعہ ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقعہ تھا۔ نیز اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی۔ کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقعہ پر حضور کا دیدار کیا جاوے۔ شائد اگر میں ملازمت پر چلا گیا۔ تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا موقعہ ملے یا نہ۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا۔ کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں۔ اور حضور کو دیکھ آؤں۔ اور بعدہٗ وہاں سے واپس آکر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ میں قادیان کو جان کر یہاں آیا۔ لیکن جونہی یہاں آکر حضور کے چہرۂ مبارک کا دیدار کیا۔ تو میرے دل میں یک لخت یہ خیال پیدا ہُوا۔ کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے۔ تو بھی آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی۔ جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرۂ مبارک کو دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہوگیا یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہو گیا۔ کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ایک ہزار روپیہ بھی ہوگئی۔ تو کیا ہوگا۔ لیکن تیرے باہر جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئیگا۔ میں نے اِس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کردیا اور یہی خیال کیا۔ کہ اگر آج یا کل تیری موت آجائے۔ تو حضور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے۔ جس سے تیرا بیڑا بھی پار ہو جائیگا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائیگا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہو گیا۔ کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جاکر کسی کے ہاتھ بھجوادیا کرتا۔ مگر دل میں یہی خطرہ رہتا۔ کہ کہیں حضور میرے اِس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں۔ کہ یہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اِس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا۔ کہ "آپ نے یہ بہت ہی اچھا رویہ اختیار کر لیا ہے۔ کہ تم مجھے یاد کرتے رہتے ہو۔ جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ اور انشاء اللہ پھر بھی کرتا رہونگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور ہی دین و دنیا میں کامیاب کریگا۔ اور خدا تعالیٰ آپ پر راضی ہو جائیگا۔ اور آپ کی شادی بھی خدا ضرور ہی کرا دیگا۔ آپ مجھ کو یاد دہانی کراتے رہا کرو۔ میں آپ پر بہت خوش ہوں۔" خاکسار نے حضور کی اس تحریر کو شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کو دکھایا۔ اور کہا۔ کہ حضور نے آج خاکسار کو یہ تحریر فرمایا ہے۔ اور پھر کہا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ کہ میں نے تو کبھی بھی کسی موقعہ پر حضور کو اپنی شادی کرنے یا کرانے کے بارہ میں اشارہ تک نہیں کیا۔ اِس پر شیخ صاحب ہنس کر کہنے لگے۔ کہ اب تو تمہاری شادی بہت جلد ہونے والی ہے۔ کیونکہ حضور کا فرمانا خالی نہیں جایا کرتا۔ آپ تیار ہی رہیں خدا شاہد ہے۔ کہ حضور کے اِس فرمانے کے تقریباً دو ماہ کے اندر اندر ہی میری شادی ہوگئی۔ حالانکہ یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کہ میری شادی بھی ہو جائیگی۔ اِس سے پہلے میری کوئی بھی کسی جگہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ میری دو شادیاں حضور نے ہی کرائی تھیں۔ ورنہ مجھ جیسے پردیسی کو کون پوچھتا تھا۔ یہ محض حضور کی ہی مہربانی اور نظرِ کرم تھی۔ کہ آپ کے طفیل میری شادیاں ہوئیں ــــ کہاں میں اور کہاں یہ عمل۔

(۴)

حضور حد درجہ رحیم و کریم تھے۔ کئی بار دیکھا گیا۔ کہ جب کبھی بھی میرے پر کسی قسم کی رنجیدگی پیدا ہوئی۔ یا تفکرات نے غلبہ کیا۔ تو حضور کے پاس چلے جانے اور حضور

کا نورانی چہرہ دیکھ کر میرے تمام رنج و غم اور تفکرات دور ہو جاتے اور اُن کی بجائے دل و دماغ میں بشاشت پیدا ہو جاتی۔ اِسلئے یہ بات مشہور ہے۔ کہ سنگِ پارس کے ساتھ جو چیز لگ جائے۔ وہ سونا ہو جاتی ہے۔ سنگِ پارس کا یوں تو اپنا کوئی وجود نہیں ہے۔ بلکہ عقلاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ "پارس" پارسا کا مخفف کردہ ہے۔ پارسا اصل میں خدا ہی کے نبی اور پیارے بندے ہوتے ہیں جو بھی اُن کے ساتھ لگا۔ یعنی اُن کے پاس بیٹھا۔ وہ بھی خدا کا نیک اور پارسا بندہ ہو گیا۔ اِس مفہوم کو ادا کرتے ہوئے کسی نے خوب کہا ہے ؎

جو بُروں کے پاس بیٹھیگا بُرا ہو جائیگا!
نیک ہونے کیلئے نیکوں کی صحبت چاہیئے

ذیل کا شعر بھی اِسی لئے کسی نے اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے جس سے کہ مذکورہ مطلب ادا ہوتا ہے ؎

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بماں کنند

⑤

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ کرم الدین والے مقدمہ میں حضور کو بھی پیشی پر جانا پڑا۔ حضور کے ساتھ میں بھی وہاں گیا۔ جب عدالت میں حضور پیش ہوئے۔ تو چندو لال نامی مجسٹریٹ نے حضور سے سوال کیا۔ کہ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ کو میرے بارہ میں کوئی الہام ہوُا ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ حضور نے جواباً فرمایا:۔ کہ "ابھی تک تو مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے بارہ میں کوئی بھی الہام نہیں ہوُا۔ مجھ کو تو جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کے بارہ میں یا کسی قسم کا الہام ہوتا ہے۔ تو میں اس کو اخبار میں شائع کرا دیا کرتا ہوں۔ وہ اسلئے کیونکہ میرا خدا کہتا ہے۔ کہ اس کو شائع کر دے جسپر میں اُسے شائع کر دیا کرتا ہوں۔ اسمیں میرا کسی قسم کا دخل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی میرا واسطہ اور منصوبہ ہوتا ہے۔ مجھکو میرا خدا الہام میں کہدیتا ہے۔ کہ یہ الہام سب کو سُنا دے۔ اور شائع کر دے جسپر میں اپنے خدا کے حکم کی تعمیل کر دیتا ہوں۔ الہام کو پورا کرنا اُس کا اپنا کام ہے۔" چندو لال مجسٹریٹ نے دوبارہ کہا۔ کہ میں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کو میرے بارہ میں الہام ہوُا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ "چونکہ آپ کے پاس ہمارا مقدمہ چل رہا ہے۔ اِس لئے مخالف فریق نے آپ کو کہہ دیا ہوگا۔ کہ مجھے آپ کے متعلق الہام ہوُا ہے۔ لیکن مجھے آپ پر کسی قسم کا گِلہ نہیں۔ آپ عدالت کی کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آپ جو چاہے فیصلہ کریں۔ یہ لازمی امر ہے۔ کہ مقدمہ میں اگر فیصلہ کسی کے موافق ہوتا ہے۔ تو دوسرے کے مخالف ہوگا۔" تب مجسٹریٹ نے پھر کہا۔ کہ میں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کو میرے بارہ میں کوئی الہام ہوُا ہے۔ حضور نے پھر جواب میں فرمایا۔ کہ:۔ "ابھی تک آپ کے بارہ میں مجھکو خدا کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ہوئی۔"

⑥

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۴ء میں جبکہ کرم الدین کے ساتھ مقدمہ تھا۔ گورداسپور میں چندو لال کی عدالت میں اپنی طرف سے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ اور کرم الدین کی طرف سے مولی راج و نبی بخش وکیل تھے۔ قادیان سے خاکسار سید احمد نور صاحب اور حافظ حامد علی صاحب گدّے پر کتابیں لے کر گورداسپور پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانی والے بہت ہی بگڑے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو اتنی گھبراہٹ کیوں ہے؟ فرمایا:۔ بھائی صاحب مجھ کو اس واسطے گھبراہٹ ہے۔ کہ میں نے سُنا ہے۔ کہ یہاں یہ مشورہ کیا گیا ہے۔ کہ حضور کو ضرور ہی حوالات میں دیا جائے۔ چاہے پانچ منٹ کے واسطے ہی کیوں نہ ہو۔ مگر ضرور ہی آپ کو حوالات میں دیا جائے۔ چندو لال نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے مجھکو یہ خبر ایک بڑے افسر نے دی ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا۔ کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں اور کیا کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ کوئی ثواب کا کام کرے۔ حضور کو یہ پیغام پہنچا دے۔ کہ آپ گورداسپور نہ آئیں۔ بیماری کا سرٹیفکیٹ لے لیں۔ اگر سو روپیہ بھی خرچنا پڑے تو خرچ دیں۔ میں خود ادا کر دونگا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا۔ کہ کیا حضور جھوٹے سرٹیفکیٹ لیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ بھائی صاحب اگر کسی نے ثواب لینا ہے تو لے۔ میں نے کہا۔ کہ کیا اسی وقت کوئی جلے؟ کہا۔ ہاں! اِس کے بعد میں نے کہا۔ آپ مجھ کو لالٹین (لمپ) لے دیں۔ میں ابھی رات رات ہی چلا جاونگا۔ ڈاکٹر صاحب نے اُس وقت لالٹین دی۔ میں اُسی وقت گورداسپور سے قادیان کو روانہ ہوُا۔ جب میں شہر کے باہر سڑک پر پہنچا۔ تو دو آدمی میری امداد کے واسطے آئے۔ ایک تو شیخ حامد علی صاحب تھے دوسرے منشی عبد الغنی صاحب سیکریٹری اوجلہ کا بھائی غالباً اُسکا نام عبد المجید تھا۔ جو فوت شدہ ہیں۔ غرضیکہ ہم تینوں قادیان پہنچے۔ قریباً دو بجے۔ مسجد مبارک میں جو کھڑکی اندر کی طرف ہے۔ جسمیں سے حضور نماز کے واسطے آیا کرتے تھے۔ دادی دادی کر کے میں آوازیں دینے لگا۔ اتنے میں حضور خود ہی تشریف لے آئے۔ ہم نے السلام علیکم عرض کیا۔ بعد سلام کے آپ نے فرمایا۔ (میری ہی طرف مخاطب ہو کر) کہ آپ تو کتابوں کے ساتھ گورداسپور گئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور درست ہے۔ گیا تو کتابوں کے ساتھ تھا مگر جب ہم گورداسپور پہنچے۔ تو شام کا وقت ہو گیا تھا۔ دیکھا تو ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب کی بہت ہی بُری حالت اور گھبراہٹ تھی۔ اِس واسطے حضور میں واپس آ گیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب سے سنکر میرا دل بھی گھبرایا۔ اور رنج ہوُا۔ صرف حضور کو یہ خبر دینے کے واسطے ہم تینوں آئے ہیں۔ حضور نے یہ ماجرا جب میری زبانی سُنا۔ تو فرمایا۔ کہ "جگروں کی بیماری تو مجھے پہلے ہی ہے۔ اور سرٹیفکیٹ لینے کا ارادہ تو میرا پہلے ہی تھا۔ مگر اَب تو میں گورداسپور جا کر ہی سرٹیفکیٹ حاصل کرونگا۔" آپ نے اندر سے میرے واسطے رضائی منگوائی۔ جب رضائی آئی تو فرمایا۔ کہ تم سو جاؤ۔ تم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ "دیکھو میاں مددخاں! قلم اُس بانیئے کے ہاتھ میں نہیں ہے قلم تو میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کوئی بھی غم دل میں نہ رکھیں۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ انشاءاللہ کل گورداسپور ضرور ہی جاؤنگا۔ اور وہاں جا کر ہی سرٹیفکیٹ حاصل کرونگا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جائیں۔" مجھے سُلا کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرے دل میں بہت ہی خوشی ہوئی۔ آپ کے الفاظ نے مجھے بہت ہی بے فکر کر دیا۔ کہ اس بانیئے کے ہاتھ میں قلم نہیں ہے۔ قلم تو میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ بے فکر ہو کر سو جائیں۔ میں ایسا مست ہو کر سویا۔ کہ دن کے بارہ بجے کے قریب میری آنکھ کھلی۔ وہ بھی میاں نجم الدین کی آواز دینے پر۔ کہ کوئی روٹی کھانیوالا ہو تو آکر روٹی کھالے۔ نجم الدین صاحب مرحوم آوازیں دیتے تھے۔ یہ آواز میرے کان میں بھی پڑ گئی۔ میں فوراً اُٹھا اور پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ میاں نجم الدین صاحب کہنے لگے۔ کہ بندۂ خدا تو کہاں تھا؟ کہا کہ میں تو اِسی مسجد میں سویا ہوُا تھا۔ مجھ کو تو نماز کی بھی خبر نہیں ہے۔ کہ کب پڑھی گئی۔ جاگ ہی نہیں آئی۔ آپ کی آواز پر مجھ کو جاگ آئی ہے۔ مجھ کو چلتا پھرتا کوئی نظر نہیں آتا۔ اَب میں حیران ہوں۔ کہ میں کب سویا تھا۔ آیا نماز بھی پڑھی یا نہیں۔ مجھے تو کوئی خبر نہیں۔ آیا حضور چلے گئے ہیں یا نہیں۔ نجم الدین صاحب نے فرمایا حضور تو گورداسپور پہنچ کر کھانا بھی کھا لیا ہوگا۔ میرے خیال میں تو حضور دس بجے ہی گورداسپور پہنچ گئے ہوں گے اَب تو اذان کا وقت قریب ہے۔ اَب تک تو سوتا ہی رہا۔ اتنے میں کسی دوست نے کہا۔ کہ حضور نے تو تمہارے واسطے یہ تاکید کی تھی۔ کہ اس کو یکّہ پر بٹھا کر لے آنا۔ یہ پیدل نہ آئے اس کو تکلیف ہوگی۔ اُسوقت چوہدری اللہ داد صاحب اور شاید شیخ یعقوب علی صاحب نے یہ ذمہ لیا تھا۔ کہ ہم ضرور اِسے یکّہ پر بٹھا کر لے آئیں گے۔ مجھے یہ خبر نہیں۔ کہ یہ کس نے کہا تھا کہ حضور نے ایسا فرمایا ہو کہ اِسے یکّہ پر بٹھا کر لے آنا۔ مجھ کو میاں نجم الدین صاحب کہنے لگے۔ کہ خیر کوئی بات نہیں آپ پہلے روٹی تو کھالیں۔ پھر گورداسپور چلے جانا۔ اتنے میں مولوی عبد الکریم صاحب بھی آ گئے۔ فرمانے لگے۔ کہ کیا بات ہے؟ نجم الدین صاحب نے سب ماجرا سُنایا۔ مولوی صاحب میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ دیکھو میاں مددخاں، میں خوب جانتا ہوں تمہاری حالت کو۔ کہ تم کشمیر کے رہنے والے ہو۔ تم محنت کے آدمی نہیں ہو۔ تمہارے گاؤں باڑی پورہ میں تم لوگ زیادہ تر چاول ہی کھاتے رہتے ہو۔ تم نازک آدمی ہو۔ تم بیمار ہو جاؤگے یہ کشمیر نہیں ہے۔ یہ تو پنجاب ہے۔ اکثر یہاں پر بخار ہو جاتا ہے۔ تھکان کی وجہ سے کہیں بخار ہی نہ چھیڑ بیٹھنا گورداسپور جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے تو ثواب ہی لینا ہے۔ آپ یہاں پر ہی حضور کے گھروں کی نگرانی کرتے رہیں۔ کل پرسوں تک حضور بھی آ جائیں گے۔ جاؤ روٹی کھاؤ۔ میں آپ کو ہمدردی کے ساتھ کہتا ہوں۔ آپ یاد رکھیں۔ اگر آپ چلے گئے۔ تو تھکان سے ضرور بیمار ہو جاؤگے پھر تکلیف ہوگی۔ ایک آدمی کو مقرر کر دیا۔ تا کہ میں گورداسپور نہ جا سکوں۔ میاں نجم الدین صاحب نے کہا۔ کہ اَب تو چلو روٹی کھاؤ۔ میں لنگر خانے میں جا کر روٹی کھانے لگا۔ وہی آدمی جو میرے پر مقرر کیا گیا تھا۔ اُسے میں نے کہا۔

اذان ہو گئی ہے۔ آپ جائیں۔ وضو کر کے مسجد میں جائیں۔ وہ بھی خاکسار کی طرح کوئی پردیسی مسافر ہی تھا۔ وہ چلا گیا۔ اور میں نے گورداسپور کا راستہ لیا۔ مگر تھکان کی وجہ سے مجھ سے چلا نہ جاتا۔ بدن پتھر کی طرح ہو گیا تھا۔ بہت سخت تھکان تھی۔ نیند بھی غالب ہوئی۔ بہر حال جبکہ میں تتڑ پہنچا۔ تو سخت افسوس ہوا۔ کہ میں نے سخت غلطی کی۔ مولوی صاحب کا کہنا نہ مانا۔ انہوں نے تو مجھے جانے سے بند کیا تھا۔ اب وہاں سے واپس ہونا بھی ٹھیک نہ سمجھا۔ مگر بدن تھکان کی وجہ سے بخار سا محسوس کر رہا تھا۔ دل سے دعا نکلتی تھی۔ کہ یا اللہ کسی نہ کسی طرح میں وہاں ڈیرے تک پہنچ جاؤں۔ اور کسی جگہ لیٹ جاؤں۔ نہ کسی کے ساتھ بولوں نہ میرے ساتھ کوئی بولے۔ اگر کوئی میرے ساتھ ٹل جائے۔ تو کیا ہی اچھی بات ہے۔ اگر ایک پیالی چائے کی مل جائے۔ تو شاید میرے بدن میں کوئی تھکان نہ رہے۔ نیند کا سخت غلبہ تھا۔ غرضیکہ شام کی نماز پڑھ چکے تھے۔ کہ میں مکان تک پہنچا جہاں پر حضور ٹھہرے ہوئے تھے۔ دروازے کے اندر ابھی داخل ہی ہوا تھا۔ کہ میرے کان میں یہ آواز آئی۔ کہ کیا مدد خاں کو کوئی بھی یکہ پر بٹھا کر لے آیا تھا یا نہیں۔ یہ آواز میرے کان میں بھی آگئی۔ جیسا کہ کوئی سویا ہوا جاگ اٹھتا ہے۔ اسی طرح میں بھی یہ آواز سنکر جاگ اٹھا۔ جب میں صحن میں پہنچا۔ تو کسی دوست نے آواز دی۔ کہ حضور مدد خاں آگیا ہے۔ میں نے بھی حضور کو سلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے جھٹ اپنا دست مبارک آگے کیا۔ میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمانے لگے "جزاک اللہ! یہ بہت ہی بڑے بہادر ہیں۔ یہ ان کا تیسرا چکر ہے۔" حضور نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں یہاں تک پکڑے رکھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ گویا میں گورداسپور سے کبھی قادیان گیا ہی نہیں۔ یا تو میری حالت نیند اور تھکان سے سخت مضطرب ہو رہی تھی۔ کہ کسی کے ساتھ بولنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔ اور بدن میں بخار سا ہو رہا تھا۔ مگر خدا کی شان! خدا کے مرسل نے اس خاکسار کا ہاتھ نہ چھوڑا۔ جب تک کہ میں نے محسوس نہ کیا۔ کہ میری تھکان بالکل اُتر گئی ہے۔ چند منٹ پہلے میں مردہ تھا حضور کا دستِ مبارک میرے ہاتھ کو لگتے ہی میری کوفت اُتر گئی۔ تھکان دور ہو گئی۔ بدن ہلکا پھلکا ہو گیا۔ کہ کوئی بھی تکلیف باقی نہ رہی۔ یہ کیا بات ہے۔ یہ تو حضور ہی کی کوئی کرامت ہے۔ مجھ کو اس وقت یہ خیال ہوا۔ کہ مان لیا کہ بھوک اور پیاس کسی خوشی سے دور ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ کوفت اور تھکان اور نیند کا غلبہ حضور کے دستِ مبارک کے چھونے سے دُور ہو گئے۔ یہ حضور ہی کی کرامت نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ مجھ مردہ میں گویا رُوح آگئی۔ حضور نے میرا ہاتھ نہیں چھوڑا جب تک کہ ہر قسم کی تکلیف خاکسار کی دُور نہ ہو گئی۔ اس سے پیشتر میرا جسم پتھر تھا۔ ہلنا دشوار تھا۔ میرے خیال میں مردہ کو زندہ کرنا اسی کو کہتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ گویا میں گورداسپور سے قادیان گیا ہی نہیں حضور نے حکم دیا۔ کہ کھانا لاؤ۔ خاکسار کو بھی حضور نے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ میں نے حضور کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ حضور کی مہربانی اور خاص شفقت تھی۔ اس سے پہلے جب میں آیا ہی تھا۔ میرا دل یہ چاہتا تھا۔ کہ حضور کے ساتھ واقفیت کسی طرح پیدا ہونی ضروری ہے۔ یعنی میرا نام حضور کی زبانِ مبارک پر چڑھ جائے۔ تو بہت ہی بڑی خوش قسمتی ہو۔ اس کے واسطے کیا ذریعہ ہونا چاہیئے۔ چونکہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی۔ جس کے سبب میں حضور کے ساتھ واقفیت پیدا کر سکتا صرف غرض یہ تھی۔ کہ اگر حضور میرا نام لینگے تو خاکسار کی دین و دنیا کی کامیابی کے واسطے کبھی دعا بھی فرمائیں گے۔ اور خدا راضی ہو جائیگا۔ آخر کار دل نے یہ ذریعہ سوچا۔ کہ جو چوہڑا حضور کا پاخانہ صاف کیا کرتا ہے۔ اُس کے ساتھ سمجھوتا کرونگا۔ کہ پاخانہ کا برتن میں خود پاخانے سے نکال کر چوہڑے کو دیدیا کرونگا۔ یا میں خود ہی برتن صاف کر کے پاخانہ میں رکھ دیا کرونگا۔ اس ارادہ کے ساتھ دل پختہ ہو گیا۔ کہ یہی کام ٹھیک ہے۔ جب میں نے معلوم کیا۔ کہ پاخانہ کہاں ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اندر کی طرف ہی ہے۔ چنانچہ میری بنی بنائی ہوئی یہ عمارت بھی نہ رہی۔

اُس وقت میں نے اپنے آپ کو خود ہی مخاطب کر کے کہا۔ کہ تُو تو پاخانہ اٹھانیکے لائق بھی نہ تھا۔ بہت ہی نادم ہوا۔ اپنے آپ کو بہت ہی ملامت کی۔ مگر میرے خدا نے میرے واسطے ایسا سامانِ واقفیت پیدا کر دیا۔ جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ حضور جب گورداسپور جایا کرتے تھے۔ تو آپ کی غیر حاضری میں پہرہ لگ جاتا۔ بہت سے دوست خود ہی پہرہ دینے کے واسطے آیا کرتے۔ مثلاً چوہدری فتح محمد صاحب، منشی برکت علی صاحب، اور بھی اسی طرح پندرہ بیس آدمی پہرہ دیا کرتے۔ اور یہ پہرہ حضور کی واپسی تک ہوتا۔ حضور گورداسپور سے رات کو واپس آجاتے۔ چونکہ سب میں سے ایک میں ہی پردیسی تھا۔ یہ سب اکٹھے ہی ادھر اُدھر چکر لگاتے تھے۔ اور مجھ کو یہ جو چھتی ہوئی گلی ہے جس کے اوپر مسجد مبارک ہے اُس گلی میں مجھ کو کھڑا کر جاتے تھے! ایک رات یہ سب ہی چکر لگانے کے واسطے چلے گئے۔ صرف میں ہی اُس گلی میں کھڑا تھا۔ حضور تشریف لے آئے۔ اور بھی خدام حضور کیساتھ تھے۔ میں نے حضور کو جھٹ السلام علیکم عرض کیا۔ حضور نے پہلے ہی السلام علیکم کہہ دیا تھا۔ جب میں نے سلام کیا۔ تو حضور نے دریافت فرمایا۔ "یہ کون صاحب ہیں۔ اکیلے ہی وہ پہرہ دے رہے ہیں۔" اتنا مجھ کو یاد ہے۔ حضرت مفتی صاحب مفتی محمد صادق صاحب نے کہا۔ کہ حضور اس کا نام مدد خاں ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ یہ کشمیر سے آئے ہیں۔ راجہ عطا محمد خاں صاحب کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ حضور نے فرمایا "اچھا! اچھا! جزاک اللہ! جزاک اللہ!" حضور اوپر تشریف لے گئے۔ اور میں بھی اپنی جگہ پر آکر سو گیا۔ اس طرح تین بار حضور سے موقعہ ملا۔ خدا کے فضل و کرم سے حضور کی زبانِ مبارک پر میرا نام خوب ہی اچھی طرح چڑھ گیا۔ اور مجھ کو کئی بار نام لے کر بلایا۔ خدا نے میری آرزو کو اس طرح پورا کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

* * *

"الحکم" کا یہ نمبر کیوں لیٹ نکل رہا ہے

"الحکم" کا یہ نمبر جو ۱۶ صفحات پر ہے۔ اور تین نمبروں کا مجموعہ ہے ۱۴ مارچ کی بجائے ۲۸ مارچ کو شائع ہو رہا ہے ممکن ہے احباب اسکی ذمہ واری دفتر الحکم پر ڈالیں۔ مگر میں صاف الفاظ میں یہ اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس کی ذمہ واری دفتر الحکم پر عائد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ دفتر الحکم نے اس نمبر کی تیاری کا ۱۴ مارچ سے قبل انتظام کر لیا تھا۔ اور اُس سے قبل شروع مارچ میں پچاس دی۔ پی برائے وصولِ قیمت ارسال کیئے۔ وصولیوں کیلئے قبل از وقت کارڈ لکھے گئے مگر افسوس ہے۔ کہ سوائے دو وی پیوں کے ایک بھی وصول نہیں ہوا۔ بعض نے نہائت صفائی سے یہ لکھدیا کہ مکتوب الیہ لینے سے انکاری ہے۔ اور بعض نے امانت رکھوا کر ہمکو امید و انتظار کا لطف دیکر پھر اُن دی۔ پیوں کو وصول نہ کیا اور اُلٹا not claimed ڈاکخانہ سے لکھوا کر بھجوا دیا۔ اگر یہ احباب بھی صاف الفاظ میں لکھ دیتے کہ ہم نہیں لینگے۔ تو ہم نئے وی۔ پیوں کے بھیجنے کا انتظام کر دیتے۔ مگر اسی امید نے کہ جو وی۔ پی ابتک نہیں آئے وہ ضرور وصول ہونگے ہم نے جدید وی۔ پی نہ کیئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک ایک کر کے سب وی۔ پی واپس ہو گئے۔ اور ہمارے ہاتھ میں کوئی روپیہ نہ رہا جس سے ہم اخبار کی طباعت کا اہتمام کرتے۔

پھر ہم نے اُن احباب میں سے جو قیمت نہ دینے کی بجائے دی۔ پی رد کرنے کے عادی ہیں۔ اور جن کے قلب کو نہ کوئی اپیل متاثر کر سکتی ہے۔ اور نہ اُن کی دینداری اُن کو مجبور کرتی ہے۔ جوابی کارڈ لکھے تو سوائے ایک دوست کے باقی سب نے اُن کارڈوں کو بھی ہضم کر لیا۔

میں ان حالات سے کیا سمجھوں!

اب میرے سامنے تو حیران کُن معمّہ ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق میں خیال کروں کیا وہ "الحکم" کی بیقدری اس لئے کر رہے ہیں۔ کہ یہ اخبار ذکرِ حبیب کی مجلسوں کا حامل ہے۔ اور ہم سب کے پیارے سید و مولیٰ کی خلوت و جلوت کے تذکرے، اس کے مکتوبات اور ملفوظات انہی کے رسم الخط میں، صحابہ مسیح موعودؑ کے تذکرے شائع کرتا ہے۔ اسلئے وہ اس قابل تصور کر لیا گیا ہے۔ کہ اسکی قیمت کو ادا نہ کیا جائے افسوس! اور یا پھر میں یہ سمجھ لوں کہ احباب کا عملی فیصلہ یہ ہے کہ "الحکم" کو بند کر دیا جائے۔ اگر احباب یہ خیال کرتے ہیں کہ "الحکم" کو بند کر دیا جائے۔ تو اُن کو چاہیئے۔ کہ وہ بذریعہ خطوط صاف الفاظ میں لکھدیں۔ کہ جو کام "الحکم" کر رہا ہے۔ اسکی اب ضرورت نہیں رہی۔ اسے بند کر دیا جائے۔ پھر میں سمجھتا ہوں۔ آپکے منشا کی تکمیل زیادہ آسان ہو سکیگی۔ مگر یہ طریق کہ اخبار وصول کر لیا جاتا ہے قیمت ادا کرنے سے انکار بھی نہیں کیا جاتا۔ ادا بھی نہیں کی جاتی۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسکے اظہار کرتے ہوئے میرے دل میں ایک درد پیدا ہوتا ہے۔ . . . . مگر "الحکم" کے قیام و بقا کیلئے آخر اظہار کرنا پڑتا ہے۔ **اگر آپ** یکمشت ادا نہیں کر سکتے۔ تو آپ تھوڑی تھوڑی رقم ادا کریں۔ مگر خدا کیلئے اس طریق کو چھوڑ دیں۔ ورنہ یقیناً ایک دن آپ سُن لیں گے۔ کہ "الحکم" بند ہو گیا۔ (نوٹ) جو احباب ہمیشہ قیمتیں ادا کرتے ہیں وہ میرے اس کلام کے مخاطب نہیں ہیں۔ "محمود احمد عرفانی"

ذکریٰ

۱۴ مارچ کے عظیم الشّان دن کی یاد میں

مجلس انصار خلافت نے ۱۳ اور ۱۴ مارچ کی شب میں دو عظیم الشان جلسے مسجد اقصیٰ اور مسجد نور میں منعقد کئے۔ یہ جلسے اس عظیم الشان انقلاب کی تاریخ کو بیان کرنے کے لئے کئے گئے۔ جو خلافت اولیٰ کی وفات کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں نمودار ہوا۔ یعنی باغیان خلافت جو خلافت اولیٰ میں اندر ہی اندر جراثیم قاتلہ کی طرح پرورش پا رہے تھے یکدم سلسلہ عالیہ پر حملہ آور ہوئے۔ مگر بطل رب جلیل اور مصلح موعود کے ظہور نے ان کو یکدم اپنی قوت قدسی سے سلسلہ کی مضبوط و مستحکم دیواروں سے دور پھینک دیا۔ اور وہ جراثیم جو اندھیرے میں کام کر رہے تھے۔ دنیا کو آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ یہ وہ پہلا دن تھا۔ جبکہ منافقت کی جڑ پر تبر رکھا گیا۔ اور اسلام کا نیر بیضا پوری چمک سے دنیا کو نظر آیا۔ اس خلیفہ کے ظہور نے جو جلال و جمال کے حلوں میں ملبوس اپنی آمد سے اپنے وجود کے اندر اور باہر زمین و آسمان میں۔ ملکوں اور قوموں میں سینکڑوں پیشگوئیوں کو پورا کر دیا۔ اور آپ کے زمانے میں سلسلہ کی سچائی کی اسقدر آیات ظہور پذیر ہوئیں کہ دیکھنے والوں کا ایمان کامل ہوگیا۔

پس ۱۴ مارچ

کا دن سلسلہ کی تاریخ میں ایک بہت بڑے انقلاب۔ اور عظیم الشان فتوحات کے آغاز کا دن تھا۔ اسی لئے الحکم اس دن کی یاد کے طور پر حضرت نانا جان میر ناصر نواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مکتوب گرامی جو آپ نے خواجہ کمال دین صاحب کے نام لکھا۔ اور جس میں حضرت فضل عمر کی سچائی اور آپ کی کامیابیوں پر سیر کن بحث کی ہے اور لاہوری فرقہ کی ناکامی کی آپ نے فراست مومنانہ سے پیشگوئی کی ہے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب خواجہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مضمون اس عاجز کی نظر سے گزرا جس میں آپ نے ہمارے خلیفہ کو دل کھول کر بُرا بھلا کہا ہے۔ اور سخت سے سخت الزام لگائے ہیں جو آپ کی پرہیزگاری اور شرافت اور محبت مسیح پر دال ہیں۔ نیز ساری جماعت کو پیر پرست وغیرہ مکروہ اور ناشائستہ الفاظ سے یاد کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرہیزگاری لنڈن سے واپسی پر بسبب جھٹکہ کھانے کے زیادہ بڑھ گئی ہے اور مفتی صاحب پر جو گولہ باری آپ نے فرمائی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر آتش حسد آپ کے دل میں بھڑک رہی ہے اور کس قدر عناد آپ کو ہمارے خلیفہ اور اہلبیت مسیحؑ سے ہے اور کتنا تکبر لارڈ ہیڈلے کے ساتھ تصویر دیکھ کر آپ میں پیدا ہوگیا ہے۔ بندۂ خدا تم کو شرم نہیں آتی۔ خلیفہ اول پر تم نے حملے کئے اور سخت شکست کھا کر توبہ کی۔ مکرر بیعت کی۔ پھر بیہودگی شروع کی اور سزا پائی۔ پھر بیعت کی اور مکرر تمہارے ایک رفیق نے گستاخانہ خط لکھا۔ اور جماعت سے خارج کر دینے کی دھمکی سے ڈر کر تیسری دفعہ بیعت کی۔ اور ہمیشہ نفاق سے کام لیتے رہے اور اندر اندر اپنے حامی اور مددگار بناتے رہے اور جماعت میں تفرقہ ڈالتے رہے۔ اور خلیفہ ثانی سے تو علانیہ عداوت تمہیں تھی۔ اور پانچوں ملکر زور آزمائی فرماتے رہے۔ تمہارے نفاق نے جماعت میں نااتفاقی پیدا کی۔ کاش تم نہ ہوتے تو یہ فساد بھی نہ ہوتا تم مالک بننا چاہتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے نہ چاہا۔ اب کھسیانے ہو کر گالیاں دیتے ہو۔ اور اپنے کرتوتوں کو ہمارے سر تھوپتے ہو۔ اگر مفتی صاحب نے تمہیں یہودا اسکریوطی کہا تو یہ ان کی غلطی ہے میں تمہیں یہودا نہیں کہتا۔ بلکہ پولوس کہتا ہوں۔ اور وہ بھی پولوس نہیں بلکہ اس کا ناقص ظل ناقص بروز ہو۔ اور مجازی پولوس ہو گھٹیا پولوس ہو۔ کیونکہ اس نے حضرت مسیح کا مطیع و شیدا ہو کر ایک براعظم کو بنا دیا۔ اور تم نے ایک شخص سے بھی اپنے مسیح کو نہیں منوایا۔ بلکہ یورپ میں مسیح کا نام لینا بھی تمہارے نزدیک حرام ہے۔ یورپ میں تم نے ایک بھی احمدی نہیں بنایا۔ ہاں روپیہ بہت کما لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سچے اسلام کو تم منوانے نہیں گئے جس میں مسیح کا منوانا ضروری ہے بلکہ روپیہ کمانے گئے۔ اور یہاں سے بھی کئی ہزار روپیہ ایک احمدی سے لے گئے تھے۔ اور وہاں بھی مسیح سے بے وفائی کر کے روپیہ کماتے رہے۔ ایک بھی سچا مسلمان تم نے کبھی نہیں بنایا۔ نہ ہندوستان میں نہ انگلستان میں۔ اور حضرت خلیفہ اولؓ کے انتقال پر تمہارے احباب نے تمہاری صلاح سے غدر برپا کیا چونکہ خود خلیفہ بننے کی امید نہیں تھی۔ لہٰذا خلافت سے انکار کر دیا۔ اور دو ہزار آدمی جن میں ہر قسم کے لوگ تھے وہ تو قابل مشورہ نہ سمجھے گئے۔ اور جب قوم نے بیعت کی تو دس پانچ تمہارے یار جدا ہوگئے۔ اور قادیان جس کو مسیحؑ نے مرکز اور دارالخلافہ ٹھہرایا تھا۔ اس سے گریز کر کے لاہور کو مدینۃ المسیح بنا لیا۔ اور پچاس ساٹھ یا غایت درجہ ستر آدمیوں کے مشورہ کو دو ہزار کے مشورہ پر ترجیح دی۔ اور اپنی جماعت میں غیر احمدیوں کو شامل کر لیا۔ اور روپیہ احمدیوں اور غیر احمدیوں سے وصول کرنے کا حیلہ نکالا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کامیابی نصیب نہ کی۔ پھر اسقدر گندے اتہام خلیفہ ثانی اور قادیانی جماعت پر گھڑنے شروع کئے کہ الاماں والحفیظ مگر دن بدن تمہارے گمراہ کئے ہوئے لوگ اسطرف آتے گئے۔ اور تمہاری طرف باوجود ہزاروں چالوں کوئی نہ گیا۔ ورنہ آپ بتائیں۔ کہ اس ڈیڑھ سال میں تمہارے تین خلفاء کے ہاتھوں پر کس قدر نئے مریدوں نے بیعت کی۔ میرے خیال میں پچاس آدمیوں نے بھی بیعت نہیں کی۔ اور اسطرف کم از کم اس عرصہ میں پانچ ہزار آدمیوں نے بیعت کی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی امداد کا ثبوت ہے کہ اس کی مدد ہمارے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں۔ تم غیر احمدیوں کو بھائی مسلمان لکھتے ہو۔ اور ہم انہیں مومن مسلمان نہیں کہتے۔ پھر بھی تمہاری طرف سو نہیں آئے۔ اور ہماری طرف پانچ ہزار آگئے۔ تم ہکلاتے ہی رہے مگر تمہاری کچھ پیش نہیں گئی۔ پھر بھی تمہیں خیال پیدا نہیں ہوتا کہ یہ ہوتا کیا ہے کہ حق پر تم ہو اور تائید ہماری ہوتی ہے

غیر احمدی مسیح سے لڑ کر تھک گئے۔ اور تم خلیفۃ المسیح سے تھک کر آخر کو بیٹھ رہو گے۔ کوئی دن زور آزمائی کر لو۔ آخر ایک دن ایسا آئے گا کہ حق کھل جائے گا۔ لیکن اسوقت بھی تمہیں شاید ہدایت نہ ہو۔ کیونکہ تم اول منکر ہوئے ہو۔ اور جان بوجھ کر ہوئے ہو۔ تمہیں دھوکہ نہیں لگا۔ بلکہ تم جہان کو دھوکہ دے کر اس طرف سے پھیرنا چاہتے ہو۔ آپ نے صریح حضرت مسیح و مہدی کی مخالفت پر کمر باندھی ہے۔ اور ان کی وحی کا انکار کیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

یعنی سلسلہ احمدیہ کی یہ بنیاد ہیں۔ تم ایمان سے کہو کہ تم اس بنیاد کو اکھیڑنا چاہتے ہو یا قائم کرنا۔ بے شک تم اس سلسلہ کی بنیاد کو اکھیڑنا چاہتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس بنیاد کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ تم اللہ سے لڑ رہے ہو جس قدر تم میں زور ہے اس سے لڑو۔ آخر پچھڑو گے اور بری طرح پچھڑو گے۔ ایسے پچھڑو گے کہ ہڈیاں پسلیاں چور چور ہو جاویں گے ہمیں تم جسقدر چاہو گالیاں دے لو۔ اور اپنے معتقدین سے دلواؤ۔ مگر ہم نصیحت سے باز نہیں رہ سکتے۔

یہ بھی حضرت مسیح و مہدیؑ کی وحی ہے

اجیب کل دعائک الا فی شرکائک

پھر آمین کے اشعار ملاحظہ ہوں کہ کس قدر زور شور سے اور عاجزانہ لہجے میں حضرت نے اپنی تمام اولاد کے لئے خصوصاً محمود احمد خلیفہ ثانی کے لئے دعائیں کی ہیں جس کو پڑھ کر

ہوتا آتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کس قدر سوز اور درد سے دعائیں کی گئیں ہیں جن میں قبولیت کے آثار ہویدا ہیں۔ وہ ذیل کے اشعار ہیں۔ شاید خواجہ صاحب آپ نے پہلے نہ پڑھے ہوں۔ تو اب محمود کی اور بشیر و شریف کی آمین کسی سے مانگ کر آپ ایک دفعہ ضرور پڑھ لیں۔ شاید آپ کو نفع ہو۔ اور آپ سمجھ جائیں۔ ورنہ آپ پر حجت پوری ہو جائے۔ ہم ان اشعار کو اس تحریر میں نقل کرتے ہیں۔ مگر بدگمانی کے سبب سے اسے آپ صحیح نہ سمجھیں تو اصل سے مطابق کر لیں۔ کم از کم آپ کا علم بڑھے گا۔ اور اگر تحقیق حق کے لئے یہ محنت گوارا کرو گے تو حق کو پا بھی لو گے۔ اگر تم نے توجہ نہ کی تو خدا کے مواخذہ میں گرفتار ہو گے۔ اور یوم الحساب میں پچھتاؤ گے۔ جہاں یہ چند روزہ دوست چھڑا نہ سکیں گے خدا سے رسولؐ سے مسیحؑ سے مر کر شرمندہ ہو گے۔ خیر۔

محمود کی آمین

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو!
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمدؐ تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے
کر دور ان سے یارب دنیا کے سارے دھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میری جاں کے جانی اے شاہ جاودانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے ان کو رکھیو میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیئے جہاں ہوں ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں!
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

بشیر احمدؐ و شریف احمدؐ مبارکہ کی آمین

خدایا اے میرے پیارے خدایا۔ یہ کیسے ہیں تیرے مجھ پر عطایا
کہ تو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا۔ کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
بشیر احمد جسے تو نے پڑھایا۔ شفا دی آنکھ کو بینا بنایا
شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا۔ کہ اسکو تو نے خود فرقاں سکھایا
یہ چھوٹی عمر میں جب آزمایا۔ کلام حق کو ہے فر فر سنایا
برس میں ساتویں جب پیر آیا۔ تو سر پر تاج قرآں کا سجایا
تیرے احساں ہیں اے رب البرایا۔ مبارک کو بھی تو نے پھر جلایا
جب اپنے پاس اک لڑکا بلایا۔ تو دے کر چار جلد اس سے ہنسایا
غموں کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر۔ ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر۔ خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر۔ کہ اسکو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پائے وہ مقرر۔ یہی روز ازل سے ہے مقدر
خدایا چار لڑکے اور یہ دختر۔ عطا کی پس یہ احساں ہے سراسر
یہ کیا احساں ترا ہے بندہ پرور۔ کروں کس منہ سے شکر اے میرے داور
اگر ہر بال ہو جائے سخنور۔ تو پھر بھی شکر امکاں سے ہے باہر
کرم یا دور کر تو ان سے ہر شر۔ رہیما نیک کر اور پھر معمر
پڑھایا جس نے اس پر بھی کرم کر۔ جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
رہ تعلیم اک تو نے بتادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند۔ اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
بنا ان کو نیکوکار اور خردمند۔ کرم سے ان پہ کر راہ بدی بند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند۔ کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
تو خود کر پرورش اے میرے اخوند۔ وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند
یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
مرے مولا مری یہ اک دعا ہے۔ تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے۔ زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے۔ ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے۔ وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
عجب محسن ہے تو بحر الایادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
نجات ان کو عطا کر گندگی سے۔ برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے۔ بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال۔ نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال۔ نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی امید ہے دل نے بتادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ۔ نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ۔ مرے مولا انہیں ہر دم بچانا۔
یہی امید ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا۔ مصیبت کا الم کا بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا۔ جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد۔ بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد۔ بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی۔
فسبحان الذی اخزی الاعادی
میری اولاد سب تیری عطا ہے۔ ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے۔ یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب ۔ یہ سب ہیں میرے پیارے تیرے اسباب
دکھایا تو نے وہ اے ربّ ارباب ۔ کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میں کیونکر گن سکوں تیرے یہ انعام ۔ کہاں ممکن ترے فضلوں کا ارقام
ہر اک نعمت سے تو نے بھر دیا جام ۔ ہر اک دشمن کیا مردود و ناکام
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا ۔ جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ۔ دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری ہر بات کو تو نے جلا دی ۔ مری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی ۔ تری نسلاً بعیداً بھی دکھا دی۔
جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خواجہ صاحب آپ ایمان سے اور غور سے ہر ایک شعر کو پڑھیں تاکہ آپ کی ایمانی آنکھیں کھلیں۔ ورنہ پچھتاؤ گے اور آوارہ دشت ادبار ہو جاؤ گے۔ کس درد اور رقت سے دعائیں کی گئی ہیں۔ اور کس پیار اور لاڈ سے خداوند تعالےٰ سے مانگا گیا ہے۔ جس نے خود قبول کا وعدہ دیا ہے۔ اور بعض کا خود بطور پیشگوئی وعدہ فرمایا ہے۔ عام وعدہ قبولیت بھی اور خاص طور بھی بشارتیں فرمائی ہیں۔ ان کی قبولیت میں شک کرنا تو مسلمان کا کام نہیں ہے بلکہ کافر کا کام ہے۔ آپ مسلمان بنیں کافر نہیں تاکہ یہ سب اختلاف مٹ جائیں۔ اگر حضرت مسیح و مہدی کو آپ سچا سمجھ لیں۔ اور مستجاب الدعوات قبول کریں۔ اور سوا اس کے ایک احمدی کو چارہ نہیں ہے۔ ورنہ پھر بیہودہ اسکر پوٹی کہنے پہ گھبرائیں نہیں۔ ان اشعار کو پڑھ کر دو ہی راستہ ہیں۔ ایک رحمت کا دوسرا لعنت کا۔ اب آپ کو اختیار ہے رحمت کا راستہ چاہو اختیار کرو۔ چاہے لعنت کا۔ آپ فہیم ہیں عقلمند ہیں کوئی تاریک و تار راستہ میں نے پیش نہیں کیا۔ نہ پہاڑی پگ ڈنڈی بتائی ہے۔ بلکہ صراط مستقیم آپ کو دکھایا ہے جس پہ چل کر مسلمان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور عام فہم اردو کلام حضرت سلطان القلم آپ کو سنایا ہے۔ کسی کج بیان اور غیر فصیح شخص کا کلام آپ کو نہیں دکھایا۔ آپ بھی ماشاء اللہ بچے اور ان پڑھ نہیں ہیں۔ بی۔ اے تک تعلیم ہے۔ وکیل ہو سمجھدار ہو لیڈر بننے کا دعوےٰ ہے۔ لنڈن اور ووکنگ میں واعظ رہ چکے ہو۔ پھر یہ ناممکن ہے کہ اردو کلام نہ سمجھو۔ ہاں جان کر مچلے ہو جاؤ۔ اور بے جا تاویلیں کرنے لگو تو یہ اور بات ہے ہم دنیا کے روبرو بمعہ آپ کی تحریر کے یہ کلام پیش کر چکے ہیں اور ہر منصف کو منصف بنائیں گے۔ اور ایمان سے پوچھیں گے کہ ان اشعار سے اور مندرجہ بالا الہاموں سے ایک احمدی کو کیا کرنا چاہیئے۔ میاں محمود احمد اور ان کے بھائی بہن کو خبیث شریر اور لالچی دنیا پرست قبول کرنا چاہیے۔ یا نیک پاک اور خدا کا برگزیدہ اور مرزا صاحب کا لخت جگر اور سعادتمند اولاد ماننا چاہیے۔ آخر دنیا میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں کچھ تمہارے خیال کے تو سارے آدمی ہی نہیں۔ اخباروں کے ایڈیٹر سوائے زمیندار کے ایڈیٹر کے اور بھی ہیں۔ تو چلو مولوی ثناء اللہ ہی ایمان سے کہہ دے کہ خواجہ سچا ہے۔ وہ تو تمہارے دوست ہیں۔ یا خود تم اور تمہارے چار یار قسم کھائیں کہ یہ دعائیں مرزا صاحب کی قبول نہیں ہوئیں۔ اور اس کے یہ اسباب ہیں۔ اور الہام مندرجہ حضرت مرزا صاحب کے الہام نہیں تم نے خود بنا لئے ہیں۔ تم قسم کھاؤ اور پھر اسکا مزہ اٹھاؤ۔ کسی بات پہ تو قائم ہو۔ اور رات دن کے فسادوں سے باز آؤ۔ اور مخلوق الہٰی کو یوں ہر وقت نہ بہکاؤ۔ کسی پلڑے تو پورے اترو۔ کوئی راہ تو اختیار کرو۔ اب روز بروز تم اور تمہارے ہمراہی حد سے گذرتے جاتے ہو۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس چاند سے اندھیرا دور ہو جائے گا۔ اور ایک عالم رجوع کرے گا۔ مگر تم محروم رہو گے۔ قادیان کی پاک زمین گویا تجھ پہ حرام ہو گئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خواجہ تم چار دن کی خواجگی پہ ناز نہ کرو۔ روپیہ آنی جانی چیز ہے اور عزت خدا کے ہاتھ ہے۔ اور وہ مومنوں کو ملتی ہے بے وفائی شریفوں کا کام نہیں ہے مسیح کی بیعت اور صحبت کا حق تم نے کیوں بھلا دیا۔ اس کے پہلے خادم نور الدینؓ کو کیوں بھول گئے۔ مسیحؑ کے لخت جگر اور نور الدین کے داماد کو کیوں دکھ دیتے ہو۔ مخلوق الہٰی کو کیوں مغالطہ میں ڈالتے ہو۔ کیوں داغ بدنامی اپنے ماتھے پہ لگاتے ہو۔ کیوں اپنی اولاد کے دشمن بنتے ہو۔ اگر مسیح کی اولاد سے دشمنی کرو گے تو تمہاری اولاد تباہ اور برباد ہو جائے گی لڑائی چھوڑ دو۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔ تم توبہ کر کے اس ارض حرم میں آؤ۔ اور مسیح و نور الدینؓ کے مزاروں کی زیارت کرو۔ ایسے ایسے شیر جب گذر گئے۔ تو تمہارے جیسے گیدڑوں کی خدا کو کیا پرواہ ہے۔ اور اگر بالفرض بیس تیس سال اور جیئے تو کیا بنا لو گے۔ تقوےٰ اختیار کرو تاکہ انجام بخیر ہو۔ اور آرام سے قبر میں سوؤ اور عذاب جہنم سے بچو۔ اور جواب دہی کی بلا تمہارے سر سے ٹل جائے۔ محمود احمدؓ تو یوسف ثانی۔ اور تم اس کے بھائیوں کی طرح حاسد ہو۔ انجام کار اسی کے دربار میں ذلیل ہو کر آؤ گے۔ اب آ جاؤ تو عزت سے آؤ گے اور زیادہ دکھ دے کر آؤ گے تو زیادہ ذلیل ہو گے۔

وقت ہے توبہ کا تم توبہ کرو۔ تہمتیں ہم پہ نہ اے یارو دھرو

خواجہ صاحب مجھے تم پہ بار بار افسوس آتا ہے۔ بھلا کہیں چالاکیوں سے بغیر امداد الہٰی کسی کو ظاہری یا باطنی حکومت یا خلافت ہاتھ آئی ہے جو تمہیں ہاتھ آ جائے گی۔ یہ تو خدا کی دین ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ خوب جانتا ہے کہ کس خاندان میں اسنے اپنی رسالت مقرر کرنی ہے۔ رسول کے پاک خاندان کو بدنام کرنا اور گالیاں دینا اعدائے الہٰی کا کام ہے۔ تمہیں تو اس خاندان کے طفیل ایمان ملا۔ ہدایت ملی۔ عزت ملی۔ دولت ملی۔ وجاہت حاصل ہوئی۔ یہ تم کفران نعمت کرتے ہو یہ نہ خیال کرنا کہ بی۔ اے یا وکالت کے سبب سے تمہیں یہ رتبہ ملا۔ تمہارے جیسے وکیل اور بی۔ اے سینکڑوں پنجاب میں ہیں کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ تمہیں جو کچھ ملا مسیح کے طفیل ملا ہے۔ اسے خوب یاد رکھو۔ اگر اس خاندان سے عداوت کرو گے تو پچھتاؤ گے اور نامراد ہو جاؤ گے۔ کیا تمہیں تمہارا نفس ملامت نہیں کرتا۔ اور تمہیں یاد نہیں کہ مسیح کی بیعت سے پہلے تم ایک دہریہ یا نیم عیسائی تھے مسیحؑ سے بیعت کر کے تم مسلمان مومن بن گئے۔

خواجہ اس مسیح کا نام لینا ووکنگ میں تم نے گوارا نہیں کیا۔ اور اس پیارے مسیحؑ کے نام لینے کو تم نے سم قاتل بیان کیا تمہیں شرم نہ آئی۔ کاش! ایمان اور شرافت سے کام لیتے۔ اور دنیائے دوں پر لات مارتے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا بھی مل جاتی یعنی دنیا نہیں بلکہ پاک دنیا ملتی۔ اور ایسی ملتی کہ پھر وہ تم سے جدا نہ ہوتی یہ ٹھگی کی تو خدا جانے کتنے دن رہے گی۔ اور جس طرح گدھے کے سر سے سینگ اڑ گئے اسی طرح اڑ جائے گی ⁂

مدرسہ احمدیہ کا غیر معمولی اجلاس

آج مورخہ ۱۶/۳/۳۸ کو اساتذہ و طلباء مدرسہ کا ایک غیر معمولی اجلاس ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں باتفاق آراء پاس کی گئیں۔

(۱) شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری اس وقت باوجود مدرسہ احمدیہ سے خارج ہونے کے اور اشد ترین معاندین احمدیت سے ساز باز رکھنے کے اپنے آپ کو احمدی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ اس مقدس جماعت کو جو ایک نظام میں منسلک اور خلیفہ وقت کی جان نثار جماعت ہے "اپنی جماعت" اور "ہماری جماعت" کے الفاظ اپنے ٹریکٹوں میں بیان کرتے ہیں۔ جس سے نہ صرف یہ کہ پبلک کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم اساتذہ اور طلباء مدرسہ احمدیہ شیخ صاحب مصری سے کامل براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان کے اس فعل کو قابل نفرت خیال کرتے ہیں۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ خلیفہ اور مصلح موعود یقین کرتے ہیں۔ اور حضور کی کامل اطاعت کو عین احمدیت جانتے ہیں۔

(۲) اس ریزولیوشن کی نقول بحضور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور پریس کو بھجوائی جائیں۔

۱۶/۳/۳۸ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان

اظہارِ حق

از شیخ عبدالحکیم صاحب احمدی شملوی

پھر دورِ خسروی ہوا دنیا میں جلوہ گر
تجدیدِ عہدِ یار کا یہ رازدار ہے

اے احمدی تو مانگ کہ ہے وقتِ استجاب
عرشِ بریں پہ پہنچتی تیری پکار ہے

بادِ نسیمِ رحمتِ حق جوش پر ہے اب
اے طالبو اٹھو تمہیں کیا انتظار ہے۔

نورِ خدا کے سامنے مٹتی ہیں ظلمتیں۔
اب جامۂ جفا و ستم تار تار ہے

انوارِ صدق وسعتِ عالم پہ چھا گئے۔
اب عہدِ فضلِ عمر کا ہر دل شکار ہے

پردہ پڑا ہے عقل پہ کیوں اے عدوئے دین
تو حق سے لڑ کے فتح کا امیدوار ہے

دستِ فنا سے بچ گئے جو دین پہ مٹ گئے
مرنا خدا کی راہ میں تو وصلِ یار ہے

یہ شوخیاں تیری ہیں ہلاکت کی پیشرو
دیکھ اے عدو کفر سے تو ہمکنار ہے

سیرت میں تیری ظلم و ستم بغض اہل بیت
یہ سب و شتم جیت نہیں بلکہ ہار ہے

خدمت نہیں ہے دیں کی شکم پروری ہے یہ
اے بوالہوس تو نفسِ دنی کا شکار ہے

حق پھیل کر رہے گا یہ ہے حکم کردگار
ظالم مٹائے جائیں گے یہ امر یار ہے

طبی عجائب خانہ پر پھر اک نظر

میں نے الحکم کے گذشتہ کسی نمبر میں قادیان کے ایک طبی عجائب گھر کا تذکرہ کیا تھا۔ بعد میں معزز معاصرین فاروق اور الفضل نے بھی شاندار الفاظ میں اس دلچسپ عجائب گھر کا تذکرہ کیا ہے

میں آج دوبارہ اس طبی عجائب گھر پر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ کہ اگر احباب اس عجائب گھر کی بوقلمون عجائبات سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ ہوں تو اس سے نہ صرف یہ کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی اشیاء دستیاب ہوں گی بلکہ اس کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ روپیہ کی آمد و رفت سے اس عجائب گھر میں مزید اور مفید اشیاء کا جلد جلد اضافہ ہو سکے گا۔ اور اس طرح مخلوق خدا کے لئے نادر الوجود اشیاء اپنی اصلی شکل میں دستیاب ہو سکیں گی۔

فی زمانہ جعل سازی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ ہر ایک چیز میں جعل سازی برتی جاتی ہے۔ بازار سے جو چیز خریدو وہ بناوٹی اور نقلی ملے گی۔ آٹا۔ دال۔ گھی۔ مکھن وغیرہ کھانے پینے کی اشیاء ایسی ناقص ملتی ہیں۔ کہ جو مضر صحت ہیں۔ بناوٹی گھی جس میں مختلف قسم کے گھاسوں کے تیل۔ مختلف قسم کے جانوروں کی چربیاں ملا دی جاتی ہیں۔ وہ انسان کی صحت کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ کھانے کی دکان پہ چلے جاؤ۔ مرچوں اور گرم مصالحہ کی کثرت سے ناقص اور ردی اور باسی کھانے لوگوں کو کھلائے جاتے ہیں۔ یہ بناوٹ ہر چیز میں اور ہر شعبہ زندگی میں موجود ہے۔ یہ سب کچھ انسان برداشت کر سکتا ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک چیز جو ناقابل برداشت ہے اور جس پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے

وہ ادویات ہیں

ادویات میں بھی غیر معمولی جعل سازی برتی جاتی ہے۔ مختلف قسم کے گھاس پھوس لکڑیاں دوائیاں بنا کر فروخت کی جاتی ہیں۔ مختلف طریقوں پر جعلی موتی۔ مرجان کستوری۔ عنبر سلاجیت جو چند پیسوں میں سیروں بن جاتی ہے۔ وہ سونے کے بھاؤ فروخت کی جاتی ہیں۔ اور عوام الناس کو تو ان چیزوں کی قطعاً شناخت نہیں ہوتی۔ وہ بناوٹی چیزیں نہایت مہنگے داموں خرید کر نہ صرف اپنے روپیہ کا ہی نقصان کرتے ہیں بلکہ ان چیزوں کے استعمال سے اپنے جسم میں بے شمار امراض کو پرورش دینے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں آجکل صحت کا معیار بہت گر گیا ہے تپ دق اور سل کے مریض عام طور پر نظر آتے ہیں۔ اور ہر قسم کی بیماریاں عام ہو گئی ہیں۔ نہ خالص غذا میسر ہے۔ جو جسم کو مضبوط اور تندرست رکھے۔ اور نہ خالص دوا جو جسم کو بیماریوں سے نجات دلائے۔ ہر چیز میں بے ایمانی ہو رہی ہے ہاں چیزوں کو خوبصورت بنانے میں کمال کر دیا گیا ہے۔ جن سے آنکھ اور دماغ فوراً دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ان حالات میں اصلی اور حقیقی اشیاء کو نہایت سستے داموں فروخت کر دینا میں سمجھتا ہوں سوائے ایک نیک اور مومن آدمی کے کسی کا کام نہیں۔ کیونکہ جب بناوٹی اشیا آسانی سے مہیا ہو کر اصلی کے بھاؤ مل جاتی ہیں۔ تو کسی کو کیا ضرورت کہ وہ سردردی میں مبتلا ہو۔

پس ایسا شخص حقیقی معنوں میں بھی خیر خواہ خلائق سمجھا جائے گا۔ اس کی خدمات سے فائدہ اٹھانا ہمارا اپنا سو فیصدی فائدہ ہے۔

ان حالات میں

میں ہر ایک اس انسان کو جو یہ سمجھتا ہے کہ اصلی مفرد ادویات کو مہیا کرنا اپنے پیسوں کی حفاظت اور اپنی صحت کی سلامتی کی گارنٹی ہے۔ یہ مشورہ دوں گا۔ کہ وہ طبی عجائب گھر کی اشیاء سے فائدہ اٹھائے۔ اور اس عجائب گھر کی اشیاء کو ترویج دے کر اس کو اس قابل بنا دے کہ یہ عجائب گھر اپنی وسعت اور نادر الوجود اشیاء کے سبب سے پنجاب میں واحد ادارہ ہو۔ میں ذاتی طور پہ اس عجائب گھر کی ترقی کا خواہاں ہوں۔ اس لئے مکرر تحریک سے بھی گریز نہیں کر سکتا۔ ہر قسم کی مفرد ادویات اور جواہرات کشتہ جات اس جگہ سے با آسانی دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سی مرکب اشیاء جیسے محافظ شباب فولادی گولیاں۔ حب ہمزاد۔ دوائی دافع ذیابیطیس وغیرہ بے شمار مرکبات بھی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ احباب کو ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔

اور جو لوگ قادیان تشریف لائیں۔ وہ مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام کی کوٹھی سے متصل ملا خان صاحب عبدالعزیز کے مکان المعروف طبی عجائب گھر میں آکر اپنے معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ خانصاحب نہایت شوق سے تمام عجائبات دکھانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ جواب طلب امور کے لئے ار کا ٹکٹ بھی ان کو بھیجنا چاہیئے۔ تاکہ وہ غیر مناسب بوجھ سے بچے رہیں۔ تمام خط و کتابت کے لئے اسقدر لکھنا کافی ہے

مینجر طبی عجائب گھر قادیان

درخواست دعاء

(۱) حضرت مولوی ابو عبید اللہ وزیر آبادی جو تین ماہ سے مرض فالج میں بیمار ہیں احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں

جناب شیخ نیاز محمد صاحب انسپکٹر پولیس سکھر پر دشمنوں نے چودہ مقدمات جھوٹے بنا دیئے ہیں۔ احباب دشمنوں کی ناکامی اور شیخ صاحب کی باعزت بریت اور اپنے منصب پر بحالی کی دعا فرماویں۔

میں کیوں کر مسلمان ہوا

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی

(۲)

وہ فرمایا کرتی تھیں کہ قیام پاکپٹن میں ایک روز میں بھی محلہ کی عورتوں کے ساتھ تمہیں (راقم کو) انگلی لگائے بابے کی خانقاہ پر سلام کو چلی گئی۔ جدھر جدھر دوسری عورتیں جاتیں میں بھی ساتھ ساتھ جاتی۔ اور جہاں بڑی بوڑھیاں سلام کرتیں۔ سیس نواتیں میں بھی عقیدت سے سر نیچا کرتی۔ اور سلام کر کے چڑھاوا چڑھاتیں۔

ایک جگہ ایک سفید ریش سبز عمامہ پوش بیٹھا تھا۔ وہاں بھی سب نے سلام کیا۔ اور میں بھی سلامی ہوئی۔ جب ہم سب عورتیں وہاں سے جانے لگیں۔ اور میں چونکہ بڑی بوڑھیوں کے پیچھے پیچھے رہتی تھی میں بھی اٹھی اور تمہارا (راقم کا) ہاتھ پکڑ کر چلنے کو تھی کہ اس سفید ریش بزرگ نے روکا۔ اور تمہیں (راقم) اپنی طرف بلایا۔ مگر میں نے گھبرا کر تمہارا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا۔ اور پھر چلنے لگی۔ کیونکہ میری ساتھی عورتیں چند قدم آگے چل چکی تھیں۔ جب اس سبز عمامہ پوش سفید ریش نے دیکھا۔ کہ میں تمہیں (راقم کو) اس کی طرف جانے سے روکتی ہوں۔ تو وہ جوش میں بھری ہوئی آواز سے بولے "بیبی! یہ بچہ ہمارا ہے۔ بہتر ہے خوشی سے ہمیں دے دو۔ اس کی پیشانی میں ایک ایسی چیز ہے جو تمہارے کام کی نہیں۔ مان لو تو بھلا ہوگا۔ ورنہ پچھتاؤ گی"۔ (واللہ اعلم، یہ ان الفاظ کا خلاصہ ہے۔ جو وہ اپنی زبان میں فرمایا کرتی تھیں)

والدہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں کانپ اٹھی۔ اور بجائے انگلی لگانے کے جلدی سے گود میں اٹھا کر وہاں سے ایسی بھاگی۔ کہ ساتھی عورتوں کا بھی مجھے خیال نہ رہا۔ اور پھر میں کبھی بھی اس خانقاہ میں نہ گئی۔ (عبدالرحمن قادیانی ۶.۸.۲۳)

پاکپٹن کے بعد میں کسی لمبے اور جنگلی سفر کی یاد تو دماغ میں پاتا ہوں۔ مگر نہیں کہہ سکتا کہ کس ضرورت اور حاجت یا انقلاب کے ماتحت وہ سفر میرے والدین کو پیش آیا جس میں میں ان کے ہمرکاب تھا۔ مگر اتنا دل پر اثر ہے۔ کہ کوئی مشکلات ضرور تھیں۔ جن کی وجہ سے وہ سفر اچانک ہمیں کرنا پڑا۔

اس سفر کے نتیجہ میں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں اپنے والدین کے زیر سایہ تحصیل چونیاں ضلع لاہور کے بعض دیہات میں رہنے لگا۔ جو بعض سکھ سرداروں کی ملکیت تھے (دوپڑ سنگھ والا بھاگو والا۔ گجن سنگھ والا۔ بٹی وغیرہ وغیرہ دیہات) اور وہاں میرے والد محترم مختار عام کی حیثیت سے ملازم تھے

اس زمانہ میں میرے والد صاحب نے میری تعلیم کا انتظام ایک مقامی پنڈت کی زیر نگرانی کیا۔ جس نے مجھے ہندی تعلیم نوشت وخواند کے ساتھ ساتھ بعض بعض وید منتر بھی یاد کرانے شروع کر دیئے۔ اور میری زبان کی صفائی اور روانگی کی وجہ سے زیادہ تر توجہ استاد صاحب کی زبانی تعلیم پر ہی مبذول ہو گئی۔ اور اس طرح بہت سے وید منتر مجھے یاد ہو گئے۔ جو عام طور سے سکھ سردار اور بڑے بوڑھے شغل کے طور پر سن کر خوش ہوا کرتے تھے۔

اسی زمانہ کا ایک واقعہ اللہ پاک کی قدرت کا کرشمہ مجھے یوں یاد ہے کہ۔ ایک روز میرے والد صاحب نے تالاب کے کنارے کے سایہ دار درختوں کے نیچے (جہاں عام طور سے دیہاتی لوگ دوپہر کے وقت گھروں سے چارپائیاں لے جا کر سو جایا کرتے تھے) سے مجھے گھر سے نیا جوتا لانے کا حکم دیا۔ اور نشان اور پتہ بتلایا۔ کہ وہ جوتا کہاں رکھا ہے۔ کیونکہ گھر میں والد صاحب کے دو جوتے رکھے تھے۔

میں تعمیل ارشاد میں گھر پہنچا۔ والدہ محترمہ صحن میں دیوار کے سایہ تلے کسی کام میں مصروف تھیں۔ میں سیدھا اندر چلا گیا۔ مگر مصلحت الٰہی اور منشاء ایزدی نے میرے دماغ سے مقررہ جوتا اٹھانے کا خیال نکال دیا۔ اور میں بجائے پہلے طاقچہ والے جوتے کو اٹھانے کے کمرہ کے انتہائی گوشہ کے طاقچہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں دوسرا جوتا رکھا ہوا تھا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ سبحان ذی الملک والملکوت والعزۃ والعظمۃ والہیبۃ والقدرۃ۔ والکبریا والجبروت

میرا اس کونہ میں پہنچنا تھا کہ یکدم سارے مکان کی چھت بیٹھ گئی۔ اور دھڑام کی آواز کی گونج سے محلہ بھر میں سناٹا چھا گیا۔ اور اتنا گرد و غبار اٹھا جیسا کہ بیسیوں آندھیاں اسی حلقہ میں جمع ہو گئی ہوں۔

اس دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی ایک دردبھری چیخ بلند ہوئی۔ اور آن کی آن میں گاؤں بھر کے مرد۔ عورت بچے بوڑھے آہ و بکا کی پکار کی طرف جمع ہو گئے۔ ماں کی مامتا نے میری محسن ماں کو اپنی جان کے خطرہ سے ایک منٹ کے لئے بالکل غافل کر دیا۔ اور وہ بے تابانہ ہرشیچندر ہرشیچندر پکارتی گرتی ہوئی چھت اور دیواروں کے اندر گھسی چلی گئیں۔ اور قدرت نے بھی ان کی غیر معمولی طور پر مدد فرمائی کہ وہ ہاتھ پاؤں مارتی۔ گرد و غبار چیرتی ہوئی مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں۔ جہاں نہایت ہی سہمی ہوئی آواز سے میں نے ان کی پکار کے جواب میں جی کہا۔ وہ میری آواز پر بڑھیں۔ اور مجھ سے لپٹ کر بے ہوش ہو گئیں۔

سینکڑوں لوگ جمع تھے۔ اور وہ حیران تھے کہ دھماکے کے ساتھ ہی نکلنے والی آواز کس کی تھی۔ اگر عورت کی تھی تو وہ ہے کہاں۔ جان کے خطرہ سے کوئی اندر گھسنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ ایک دوسرے کو۔ اور دوسرا تیسرے کو آگے بڑھنے کو کہتا۔ مگر سوائے ایک مرد کے کوئی آگے نہ بڑھا جو دوڑے بھاگتے آنے کی وجہ سے اتنا ہانپ رہا تھا کہ دم کھال میں نہ ہوتا تھا۔ وہ بے تحاشا بڑھا اور پکارنے لگا۔ ہرشیچندر ہرشیچندر۔ میں اب سنبھل چکا تھا۔ مگر والدہ بے ہوش تھیں۔ میں نے آواز کا جواب دیا۔ اور مجھ تک پہنچ کر والدہ سمیت زندہ سلامت باہر آنے میں کامیاب ہو گئے۔ والدہ محترمہ کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار مار کر اور منہ میں پانی ڈال ڈال کر ان کو ہوش میں لانے کی کوشش کی گئی۔ جو چند منٹ میں سنبھل گئیں۔ اور چاروں طرف سے مبارک مبارک کی آوازیں آنے لگیں۔

میں اگر مقررہ جوتا اٹھانے کھڑا ہو جاتا تو وہ ایسا موقعہ تھا۔ کہ ٹوٹ کر گرنے والا شہتیر یقیناً میرے سر پر پڑتا۔ جس سے جانبر ہونا ناممکن تھا۔ لہٰذا مشیت ایزدی نے میرے دماغ سے اس کا خیال نکال کر میری توجہ دوسرے جوتے کی طرف پھیری جو مکان کے شمال مشرقی کونہ میں رکھا تھا۔ خدا کی شان جہاں میں کھڑا تھا وہاں صرف چند فٹ چھت نہ معلوم کس سہارے پر کھڑی رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خدا نے ہاتھ دے کر بچا لیا تھا۔

نہیں معلوم کہ اسی واقعہ سے متاثر ہو کر یا بعض اور تحریکات کے ماتحت والد صاحب کا خیال میری تعلیم کے متعلق تبدیل ہو گیا اور انہوں نے مجھے چونیاں کے سکول میں جو ان مواضعات سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر واقعہ تھا۔ داخل کرا دیا۔ اور میری رہائش کا انتظام اپنی ایک ہم قوم چچی صاحبہ کے پاس کیا۔ جو کہ اپنے بڑھاپے اور بیوگی کے ایام نہایت صبر سے محنت و مشقت میں کاٹ رہی تھیں۔

چونیاں لاہور کے ضلع کی ایک مشہور تحصیل اور بہت پرانا شہر ہے۔ اس کے اردگرد پرانے کھنڈرات میلوں میل تک چلے جاتے ہیں۔ اور سنا ہے کہ کسی زمانے میں ستلج و بیاس دونوں ملکر اس کے نیچے بہتے تھے۔

میرے خیالات بدستور ہندوانہ تھے۔ دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹھ اور شوالے مندروں میں جا کر گھنٹے بجانا۔ جگ راتے اور آرتیوں میں شوق سے شریک ہونا میرا کام تھا۔

سکول کو جاتے ہوئے اور واپسی پر دیوی دوارہ یا مندر راستہ میں پڑتا۔ سر جھکا کر ماتھا ٹیکے بغیر یا پرنام کئے بغیر ہرگز نہ گزرتا۔ اور اس کو میں نیکی اور سعادت کا موجب یقین کرتا تھا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ میں اپنی قومی رسوم کا نہایت سختی سے پابند تھا۔ اور خوشی سے ان کی پابندی کیا کرتا تھا۔ خواہ کتنی بھی مجھے تکلیف کیوں نہ ہو۔ میں ہر قسم کے برت رکھتا اور دیانتداری سے ان کو نبھاتا۔ حتّٰے کہ بعض قسم کے برت اسلامی روزہ سے بھی زیادہ لمبے ہوا کرتے تھے وہ بھی رکھتا ہماری قومی رسم کے مطابق گنا کھانا ایک خاص وقت (غالباً اسوج کے آخر یا کاتک کے شروع تک) تک ممنوع تھا اور خاص پابندی تھی کہ جب تک مقررہ دن باقاعدہ دیوی دیوتاؤں کے سامنے اپنے جسم کا خون بطور بھینٹ نہ چڑھا لیتے گنا نہ کھایا جاتا تھا۔ میں باوجود بچپن کے صبر کرتا اور اس رسم کو خوشی سے ادا کرنے کے بعد گنا کھانے کا نام لیتا۔ دیوی دیوتاؤں کے سامنے نہایت عقیدت اور

شوق سے اپنے جسم کا خون گراتا۔ اور اس میں حوصلہ اور برداشت کا غیر معمولی نمونہ دکھلایا کرتا تھا جس سے عموماً مجھ سے بڑے بھی گھبرایا کرتے تھے۔ میں عموماً سردی گرمی میں سویرے اٹھتا اور غسل کے لئے تالاب پر جایا کرتا۔ اور وہ وید منتر (جو دیہاتی زندگی میں مجھے میرے پنڈت استاد نے یاد کرائے تھے۔ اور موجودہ عمر اور مذہبی خیال کی والدہ کی تربیت کے باعث وہ روح مجھ میں قائم تھی پڑھ پڑھ کر پوجا پاٹھ اور پرارتھنا کیا کرتا تھا۔

یہ اس زمانہ کے حالات ہیں جبکہ میری عمر نو دس یا گیارہ سال کی تھی یعنی ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۹ء کے زمانہ کے آس پاس۔

انہیں ایام کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ میرے بعض بڑے بھائیوں اور چچا وغیرہ نے جو رشتے میں سے تھے۔ ایک دن یہ منصوبہ کیا کہ ہرشیچند رحقہ نہیں پیتا جس کی وجہ سے اسے چلم کا بھرنا سلگانا بھی نہیں آتا۔ اور اسطرح یہ بڑوں کی خدمت بھی نہیں کر سکتا۔ آؤ اسے حقہ پلا کر حقے کا عادی بنائیں۔ تاکہ یہ بڑوں کی خدمت تو کر سکے۔ سب نے مل کر حقہ تیار کیا۔ اور مجھے درمیان میں لے کر بیٹھ گئے۔ باری باری کش لگاتے۔ جب میری باری آئی تو مجھے بھی مجبور کیا کہ کش لگاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ اور انہوں نے اصرار کیا اور ناراضگی کی دھمکی اور ناصحانہ رنگ سے مجھے آمادہ کر لیا کہ میں بھی کش لگاؤں۔

میں عادی نہ تھا۔ اور مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ کش کسطرح لگاتے ہیں۔ آخر ان کے مجبور کرنے پر میں نے ایک لمبا سوٹا لگایا۔ سوٹا لگانا تھا کہ میری آنکھیں پھر گئیں۔ سر میں چکر آگئے۔ اور تسلی ہوکر میں بیدل ہوگیا۔ اور ہوتے ہوتے تکلیف اتنی بڑھی کہ بیہوشی تک نوبت پہنچ گئی۔ میرا یہ حال دیکھ کر میرے بھائی بند اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے آزاد کر دیا کہ " چھوڑو اسے یہ ہمارے کام کا نہیں "۔

اسی زمانہ کا ایک اور تکلیف دہ واقعہ مجھے یاد ہے۔ وہ یہ کہ ایک روز ویر سنگھ والا میں میری ایک خالہ مجھ سے ہنسی کر رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر جھکا دیا۔ جس کے نتیجہ میں میری ایک ٹانگ ران میں شدید درد ہوگیا۔ اور بڑھتے بڑھتے ایسا بڑھا کہ میں اٹھنے بیٹھنے تک سے رہ گیا۔ اور آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ گنٹھیا ہوگیا۔ جس کی وجہ سے میں کئی ماہ تک خطرناک اور ناقابل برداشت درد کا شکار رہا۔ اور میرے والدین کو میری اس تکلیف کے باعث سخت مشکلات کا سامنا ہوا۔ سینکڑوں روپے علاج معالجہ پر صرف کئے۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جا بجا علاج کے لئے مجھے اٹھائے لئے پھرتے۔ مجھے یاد ہے۔ اور میری آنکھیں آج بھی دیکھ رہی ہیں کہ بعض اوقات میرے والد بزرگوار مجھے کندھوں پر اٹھائے میلوں میل لے جایا کرتے تھے۔ ان کے احسانات کا خیال دل میں ایک جوش دعا پیدا کرتا ہے۔ مگر کیا کروں۔ ان سے بھی زیادہ محسن اور شفیق کا حکم کچھ اور ہے۔

آخر عرصہ قریباً ایک سال کے بعد ایک مقامی جراح کے علاج سے . . . . خدا نے اس گنٹھیا کو اندر ہی اندر معدوم کر دیا۔ اور ایسا فضل کیا کہ اب تو مدتوں سے مجھے یاد نہیں کہ وہ تکلیف ہوئی کس ٹانگ ران میں تھی۔ الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ان سفروں اور نقل مکانی وغیرہ میں میرے دو تین سال ضائع ہوگئے تھے۔ مگر اب میرے والد صاحب نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ کچھ ہو کہیں جائیں مجھے بہرحال چونیاں کے سکول ہی میں رکھیں گے۔ چنانچہ پھر میں ۱۸۹۵ء کی جنوری یا فروری تک متواتر اسی سکول میں پڑھتا رہا۔ پہلے دادی صاحبہ کے زیر سایہ اور بعد میں والدہ صاحبہ کی زیر نگرانی اس عرصہ میں ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ جناب والد صاحب کسی سادھو کی صحبت میں رہنے کے باعث اس کے ایسے گرویدہ ہوگئے کہ ملازمت ترک کر کے اس کے ساتھ ہو لئے۔ اور دور کہیں گوالیار کے پہاڑوں اور جنگلوں میں۔ اور کہیں ہمالیہ اور بندھیاچل کی چوٹیوں پر بعض جڑی بوٹیوں کی تلاش میں ایسے سرگرداں رہے کہ دو تین سال تک ان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ اور والدہ محترمہ نے گھر کا اندوختہ اور ضروریات تک اٹھا اٹھا کر ہماری پرورش کی۔

اسی زمانہ کی ایک یاد مجھے آج تک میرے دل میں تازہ ہے۔ کہ مجھے والد صاحب کی گمنامی کا علم ہوگیا (والدہ محترمہ نے باوجود تکلیف اور تنگی کے ہمیں اس بات کا علم نہ ہونے دیا تھا) تو میں نے اپنی مہربان والدہ سے عرض کیا کہ آپ تسلی رکھیں گھبرائیں نہیں۔ میں نے خط لکھنا تو سیکھ لیا ہے۔ اب سکول کو چھوڑتا ہوں۔ اور محنت مزدوری کر کے جو کچھ حاصل کر سکوں گا۔ آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا کروں گا۔ آپ میرے بھائی بہنوں کی اچھی طرح پرورش کریں۔ اور ان کو اچھی تعلیم دلائیں۔

مجھے یاد ہے کہ میری والدہ صاحبہ پر میرے ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ مجھے چھاتی سے لگا کر زار و قطار رونے لگیں اور مجھے تسلی دی کہ نہیں تمہارے ابا کا خط آگیا ہے۔ وہ جلدی آتے ہیں۔

خدا کی شان والدہ نے تو محض میری تسلی کے لئے یہ کچھ کہا تھا۔ مگر چند ہی روز گزرے ہوں گے۔ کہ والد صاحب کی طرف سے خط اور خرچ آگیا۔ اور ساتھ ہی اطلاع آگئی کہ خود بھی جلدی آرہے ہیں۔ چنانچہ جب وہ تشریف لائے تو ان کے خیالات جوگیانہ تھے سینکڑوں روپیہ گھر پر آکر بھی انہوں نے دوائی دارو اور نسخہ جات کیمیا کی نذر کر دیا۔ اور سیکھا تو صرف یہ کہ گندک اور پارہ کا گلاس بنا لیا کرتے تھے۔ اور بس۔

آخر تنگ آکر ان چیزوں کو چھوڑا۔ اور پھر ملازمت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور پٹواری محکمہ سرکار میں حاصل کر لی۔

میں سکول کی تیسری جماعت پاس کر کے چوتھی میں گیا تھا کہ چوتھی کے بعد یا پانچویں میں۔ (کچھ ٹھیک یاد نہیں) اس زمانہ میں جماعت کے کورس میں (ٹیکسٹ) ایک کتاب رسوم ہند بھی داخل تھی۔ اور سکول میں سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ میں نے بھی اس کتاب کو پڑھا۔ جس طرح اور ہزاروں طلباء اس کو سالہا سال سے پڑھتے چلے آرہے تھے۔

مگر

مجھ پر اس کتاب نے ایسا تقاضا طبیعی اثر کیا کہ میری کایا پلٹ گئی یعنی ظلمات کی گھٹا سے نکل کر اجالے کی طرف آگیا۔ اور میرے خیالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ بت پرستی کے موروثی جذبہ پر بت شکنی و وحدت پرستی کا فطرتی نور غالب آگیا۔ اور میں قید بت خانہ و بتاں سے نجات پاکر خدائے واحد یگانہ کا آرزومند بننے لگ گیا۔ میرے دل کی کھیتی میں جب اسلام کا پہلا پاک اور مقدس تخم اسی قیمتی کتاب کے مطالعہ سے بویا گیا۔ جس کے مصنف نے نہ معلوم کس پاک نیت اور نیک ارادے سے اس کتاب میں نور اور ظلمت کو ایسے رنگ میں یکجا جمع کر دیا۔ کہ فطرت سلیم اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔

اور مجھے معلوم ہے کہ میری طرح بہت سے تشنگان حق کی سیری کا فخر اس کتاب کو مجھ سے پہلے بھی حاصل ہو چکا ہے اور بیسیوں گمگشتگان راہ ہدایت کی راہنمائی و راہبری کا وہ موجب ہو چکی ہے۔

قابل اور نیک دل مصنف نے بغیر کسی اشارہ یا کنایہ کے اور بغیر کسی ایک بھی تبلیغی فقرہ لکھنے کے ابتدا میں مذہبی رسوم و رواج اُن کے اکابر کے بعض حالات اور معاشرتی آئین درج کر دئیے ہیں۔ اپنی طرف سے نہ کوئی جرح کی ہے نہ تنقید۔ دوسرے حصے میں مسلمانوں کے عقاید رسوم رواج اور انبیاء کے حالات درج کر کے آخر میں ایک سبق آموز افسانہ لکھ دیا ہے اور بس۔

طرز تحریر بالکل غیر جانبدارانہ ہے۔ اور واقعات مندرجہ کی صحت و اصلیت کی تصدیق کتاب مذکورہ کو ٹیکسٹ بک (نصاب تعلیم مروجہ وقت) کر کے دونو قوموں کے نمائندوں نے کر دی تھی۔ کتاب کیا تھی ایک شفاف آئینہ تھا جس میں نور اور ظلمت دونوں کا فوٹو ہو بہو (اس زمانہ کے خیالات اور تحقیق کے مطابق) یکجا جمع تھا۔ اور ہر فطرت اپنی استعداد و قابلیت اور مناسبت کے لحاظ سے اپنے ہم جنس کی طرف جھک جانے پر مجبور تھی۔

چنانچہ اللہ تعالے نے ایک زمانہ تک سینکڑوں ہی نیک فطرت انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کی عزت اس کتاب کو بخشی۔ مگر آخر کار متعصب اور مال دار سرکاری اداروں پر قابو یافتہ ہندوؤں کی کوشش کا شکار ہو کر نصاب تعلیم سے خارج کر دی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے خیالات کا یہ انقلاب ۱۸۸۹ء۔ ۱۸۹۰ء یا زیادہ سے زیادہ ۱۸۹۱ء سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالے کی شان ہے کہ اسی زمانہ میں چونیاں میں عیسائی مشنریوں نے دھاوا بول رکھا تھا۔ اور ان کے مناد اور ان کے پرچارنئے نئے رنگ میں لوگوں کا متاع ایمان چھین لینے اور ان کے مذہبی عقاید پر ڈاکہ ڈالنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے کبھی تو وہ اپنے خاص انداز اور شان و شوکت کی نمائش کرتے۔ کبھی بچوں اور نوجوانوں کے دل موہ لینے کے وسائل اختیار

اختیار کرتے۔ اور کبھی کبھی نہایت ہی خوبصورت اشیاء کی تقسیم عام کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا کرتے۔ اور رنگین اور تصاویر دکھا کر نوجوانوں کے دل لبھاتے۔ اور طمع دیکر پھانسنے تک سے بھی دریغ نہ کیا کرتے۔

دوسری طرف ہندو قوم چونکہ بڑی ہوشیار اور موقعہ شناس واقعہ ہوئی ہے۔ اس نے جب عیسائیوں کی سرگرمیوں کو دیکھا تو اپنی نئی پود کو سنبھالنے کی کوشش و فکر میں لگ گئے۔ اور آریوں نے نت نئے جلسے جلوس اور نگر کیرتن کے رنگ جمانے شروع کر دیئے۔ ان کے بڑے بڑے اپدیشک آتے۔ لیکچرز ہوتے اور بحث مباحثہ کے اکثر اکھاڑے لگے رہتے۔ اس طرح ہندوؤں نے تو اپنی عقلمندی سے اپنے نوجوانوں کا رخ پلٹ لیا۔ اور جو رنگ عیسائی مناد اختیار کرتے ہندو بھی ان سے پیچھے نہ رہتے۔ گانے بجانے میں تو استریوں کی شرکت کی وجہ سے آریوں کے اکھاڑے عیسائیوں سے بھی بارونق ہو جایا کرتے

باقی رہ گئے بیچارے مسلمان جو بے سری فوج یا بغیر دولہا کے برات تھے۔ منتشر اور بکھری ہوئی بھیڑوں کی طرح ان کو جو چاہتا اچک لیتا تھا۔ کوئی نگران نہ تھا۔ نہ کوئی پاسبان۔ بعض خاندانی لوگ عیسائیت کا شکار ہو گئے۔ اور بعض آریہ خیالات کی وجہ سے دہریہ بن گئے۔

غرض وہ زمانہ بھی عجیب کشمکش تھا۔ اور چونیاں کا شہر ریلوے سے دور ہونے کی وجہ سے عیسائیوں اور آریوں کا ایک شکار گاہ بن رہا تھا۔ اور عام حالات کے لحاظ سے کہا جا سکتا تھا۔ کہ دونوں کا حملہ اسلام کے خلاف تھا۔

میرے قلب کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ اسلام کی محبت میرے دل میں گھر کر چکی تھی۔ اور حلاوت ایمان میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔ مذہب اور خدا کا خیال میرے دل میں نمایاں جگہ لے چکے تھے۔ اس لئے میں عیسائیوں کے لیکچروں میں بھی چلا جاتا۔ کیونکہ وہ بھی خداوند خدا خداوند خدا کے نام سے پکارتے اور بلایا کرتے تھے۔

میں آریوں کے جلسوں اور جلوسوں میں بھی شریک ہو جایا کرتا۔ کیونکہ وہ بت پرستی کے خلاف۔ اور توحید کی تائید میں گیت گاتے۔ اور پکار پکار کر ایشور پرماتما سرب شکتی مان کے نام پر پکارا کرتے تھے۔

میں خیالات کے لحاظ سے ایک طرف سے تو بالکل کٹ چکا تھا۔ اور نیا پیوند میرا ابھی بالکل تازہ تھا۔ جسے کوئی پانی دینے والا اور سینچنے والا نہ تھا۔ گو قلبی کیفیات کے لحاظ سے مجھے اطمینان اور تسلی تھی کہ اسلام (جسے میں ابھی تک صرف نام کے لحاظ سے جانتا تھا۔ اس کی تفاصیل اور کیفیات سے جاہل مطلق تھا) ہی سچا مذہب ہے۔ اور یہ بات میں نہیں سمجھتا کہ کیونکر میرے دل میں میخ فولاد کی مانند گڑ گئی تھی۔ مگر تاہم میں عیسائیوں اور آریوں کی مجالس میں شریک ہوتا کہ شاید وہ چیز جس کی مجھے تلاش ہے انہیں کے ہاں ہے۔

مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مجھے کبھی بھی ایک لمحہ کے واسطے ان دونوں خیالات کے بڑے سے بڑے لیکچراروں کے عالمانہ خطبے اور لیکچر سن کر اس چیز کی صداقت میں شک و شبہ نہ پیدا ہوا۔ جس کو خدا نے اپنے فضل سے خود اپنے ہاتھوں سے میرے دل میں گاڑ دیا تھا۔ بلکہ میرا ایمان اور یقین اور بھی ترقی کرتا چلا گیا۔ اور اگرچہ روحانی پودے کی آبیاری کرنے والے کو بھی ظاہری سامان موجود نہ تھے۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا (کیونکہ مسلمانوں پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اور وہ خواب غفلت میں تھے اور کفر موجزن تھا) مگر وہ بیج خدا سے غذا پاتا اور بڑھ کر مضبوط ہی مضبوط ہوتا چلا گیا۔ الحمد للہ

اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی باریک در باریک حکمت اور مصلحت کے ماتحت یکے بعد دیگرے دو خواب دکھا کر میرے ایمان کو تازہ اور زیادہ مضبوط بنا دیا۔

پہلا رویا جو مجھے دکھایا گیا اس میں قیامت کا نظارہ تھا جو اپنی ساری ہی تفاصیل اور کیفیات (میرے اس وقت کے خیالات اور علم وسعت کے مطابق) کے ساتھ مجھے ایک کمرے کے اندر دکھایا۔ جو بمشکل دس فٹ × دس فٹ ہوگا۔ اور وہ اس سکول کا دفتر تھا۔ (ان دنوں چونیاں کا مدرسہ شہر کے جنوبی جانب واقعہ تھا۔ جو بعد میں شہر کے شمالی جانب آبکاری کی جگہ پہ نیا سکول بن جانے پر نیلام ہو کر کنک منڈی میں تبدیل ہو گیا)

یہ ایک نظارہ تھا جو مجھے دکھایا گیا۔ اس میں کوئی آئندہ کی خبر تھی۔ نہ علمی بات۔ گو یہ محض ایک نظارہ تھا۔ مگر اس سے میرے دل کو وہ طاقت ملی اور میرے ایمان میں اتنی تازگی آئی کہ آج تک بھی میں اس اثر لذت اور قوت شوکت کو محسوس کرتا ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ واقعی وہ ایک قیامت تھی جو میرے پہلے خیالات پر آئی۔ یا عیسائیوں اور آریوں کے خیالات سن سن کر اگر کوئی اثر مجھ پر نہاں در نہاں ہوا بھی تھا تو ان خیالات پر بھی ویسی قیامت آ گئی تھی۔ واللہ اعلم

دوسرا خواب بھی قریباً قریباً اسی زمانہ میں یہ دکھایا گیا۔ کہ ایک وسیع اور شفاف قطعہ آب ہے۔ جس میں بعض آدمی اور جانور بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ میں اس میں تیرتا اور غسل کرتا پھرتا ہوں۔ پانی اتنا گہرا نہیں کہ مجبوراً مجھے تیرنا پڑتا ہو۔ محض شوق کے طریق سے کبھی کبھی تیرتا ہوں۔ اور کبھی کھڑا ہو جاتا ہوں۔

اچانک ایک مگرمچھ (گھڑیال) مجھ پر لپکا۔ اور اس نے مجھے نگلنا شروع کر دیا۔ پہلے پاؤں پکڑے اور ہوتے ہوتے کمر تک مجھے نگل گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے جسم کا نصف حصہ ایک خطرناک اور زبردست دشمن کے قبضے میں ہے۔ تو معاً کسی بیرونی تحریک کے ماتحت میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے وہ اب مجھے نگل نہ سکے گا۔ کیونکہ اس کا منہ چھوٹا ہے۔ اور میرے ہاتھوں کا پھیلاؤ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اور ساتھ ہی میں نے دونوں ہاتھوں سے اس مگرمچھ کے منہ اور سر آنکھوں کو نوچنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ کمر سے آگے نگل نہ سکا۔ بلکہ مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور اسطرح میں اس کے پھندے سے صحیح سلامت بچ گیا۔ اور میرے جسم پر کوئی گزند بھی نہ پہنچا۔ الحمد للہ الحمد للہ

ثم الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میرے خیالات کی تبدیلی اور قلبی انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے ہندو طلباء اور دوستوں کی بجائے مسلمان طلباء اور لڑکوں سے محبت ہونے لگی۔ اور روحانی انقلاب کی طرح جسمانی تعلقات میں بھی ایک نمایاں تبدیلی واقعہ ہو گئی۔ سکول میں کلاس کے اندر اور سکول سے علاوہ اٹھنا بیٹھنا۔ کھیلنا کودنا۔ ملنا۔ جلنا اور چلنا پھرنا۔ غرض عام سوسائٹی کے تعلقات کا نقشہ ہی پلٹ گیا

ہمارے استاد ہمیں مضمون نویسی کی مشق کرایا کرتے تھے اور بعض اوقات Debate کلاس میں ہوا کرتی تھی میرے مضامین میں اسلامی رنگ اور Debate میں مسلمانوں کا نقطۂ نظر غالب ہونے لگا۔ اور نوبت بعض اوقات یہاں تک پہنچ جایا کرتی کہ بعض متعصب لڑکے بحث سے تنگ آ کر کھلم کھلا مجھے مسلمان یا مسلمانوں کا طرفدار کہنے لگ جاتے۔

میرے سکول کے ہیڈ ماسٹر اس زمانہ میں ایک مسلمان مولوی فاضل و منشی فاضل مولوی جلال الدین صاحب آف للیانی متصل قصور تھے۔ اور ان کے نائب ایک صاحب منشی یا مولوی عبداللہ صاحب تھے۔ وہ بھی غالباً اسی قصبہ للیانی ہی کے باشندے یا اس کے آس پاس کے رہنے والے تھے۔ اور دو استاد ہندو اور سکھ تھے۔ مضمون نویسی کا بچپن میں مجھے زیادہ شوق تھا۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ رسوم ہند کے مطالعہ کا اثر میرے دل پر نہایت گہرا اور پائیدار تھا۔ میں اسی اثر کے ماتحت مضامین میں سادگی اور اپنی قلبی کیفیات کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ جس سے ہندو طلباء جو زیادہ متعصب تھے اور آریہ خیالات میں پرورش پاتے تھے خواہ مخواہ کھینچ تان کر مجھے اپنا مد مقابل بنا لیتے اور اسطرح بحث شروع ہو جاتی۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ ہوتے ہوتے میرے خیالات اور بھی زیادہ وسیع اور پختہ ہوتے چلے گئے۔ اور مجھے ہندوؤں سے نفرت اور مسلمانوں سے محبت بڑھنے لگی

آخر یہ ہوا کہ میری نشست و برخاست اور ربط اور اختلاط مسلمانوں سے بڑھ گیا۔ اور ہندوؤں سے قریباً قریباً میں کٹ کر الگ ہی ہو گیا۔ اور اب میں بجائے مندر و شوالوں اور دیوی دواروں کے مساجد کے دروازوں پر جا کر کھڑا ہوتا۔ کبھی ان کی چار دیواری پر بیٹھ کر صفیں باندھے قطار در قطار کمربستہ کھڑے مسلم نمازیوں کو خدا کی عبادت کرتے۔ اس کے حضور گرتے اور اسی سے دعائیں کرتے دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں لطف اٹھاتا۔ اور اثرات قبول کیا کرتا خصوصاً جبکہ نماز باجماعت ہو رہی ہوتی۔ اور مسلم لوگ قطار در قطار صفوں میں کھڑے ہوتے۔ کبھی رکوع کرتے۔ اور کبھی سجدات میں گر جاتے۔ یہ نظارہ میرے لئے نہایت ہی دلکش دلآویز اور روح پرور ہوا کرتا تھا۔

میں عید کے روز عیدگاہ کی چار دیواری پر جا بیٹھتا اور جمعہ کو جمعہ پڑھنے والوں کی حرکات کو محبت بھری نگاہوں سے مسجد کے صحن یا چار دیواری سے جھانک جھانک کر اپنی روحانی ترقی کے سامان اور قلبی مسرت حاصل کیا کرتا تھا۔ ان باتوں کیلئے میرا کوئی بھی ظاہری محرک نہ تھا صرف میرے دل کی خواہش اور روحانی تحریک ہی میری محرک ہوا کرتی تھی۔

اب مجھے بجائے بت گروں اور بت پرستوں کے موحدوں خدا پرستوں اور بت شکنوں سے محبت تھی۔ اور بجائے بت خانوں اور بت کدوں کے مساجد اور عیدگاہیں میری روحانی دلچسپی کا موجب تھیں۔ گھنٹے اور گھڑیال جو منادر اور بت کدوں سے صبح و مسا بجتے وہ میری توجہ کو اب کھینچنے سے قاصر تھے۔ مگر میرے تیز چلتے ہوئے قدم۔ دوڑتے ہوئے پاؤں۔ اور بھاگتا ہوا جسم رکتا۔ اور قدم لرزہ کھا جاتے تو اس خدائے برتر کے نام سے شروع ہونے والی آواز جو کہ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر سے شروع ہوا کرتی تھی مسجد کے صحن یا مینار میں جہاں بھی ہوتا۔ جدھر بھی جا رہا ہوتا جس حال میں بھی ہوا کرتا۔ آذان کے پہلے لفظ پر ہی کھڑا ہو جایا کرتا تھا۔ اور نہ چلتا۔ نہ منہ پھیرتا جب تک کہ وہ مقدس آواز پوری ختم نہ ہو جاتی۔

میں اذان کے کلمات سے بھی ناآشنا تھا۔ اس کے معانی مقاصد سے بھی ناواقف تھا۔ مگر دل میں اس طریق پکار۔ طرز ندا اور نام خدا کی ایک ہیبت ایک ادب اور ایک قسم کا جوش و نشہ آجایا کرتا۔ کہ بغیر کسی گزرنے والے ہندو طعنہ زن کے طعنہ کی پرواہ کے مقام ادب پر کھڑا ہو جایا کرتا۔ اور اس میں مجھے ایک لطف لذت اور سرور ملتا تھا جس کا میں بیان بھی نہیں کر سکتا۔ گو یہ اس وقت کے مسلمانوں کی تقلید ہی تھی مگر حق یہ ہے کہ مجھے اس راہ سے بھاری برکت ملی۔

مسلمانوں کا اس وقت یہ حال تھا۔ کہ میرے ہیڈ ماسٹر سے لے کر میرے ہم جماعت مسلمان لڑکے حتیٰ کہ بعض میرے خاص دوستوں نے بھولے سے بھی مجھے کبھی کوئی کلمہ خیر نہ کہا۔ اور نہ ہی اس کی ان کو توفیق رفیق ہوئی۔ میں دن اور رات ان کے ساتھ رہتا۔ پڑھتا بھی اور کھیلتا بھی۔ مگر کبھی کسی نے بھولے سے بھی مجھے تبلیغ نہ کی حتیٰ کہ بعض اوقات میں خود بازار سے نماز کی کتاب خرید کر تنہائی میں بعض دوستوں کے گھر پر پہنچا۔ اور چاہا کہ وہ مجھے نماز کا سبق پڑھائیں۔ مگر انہوں نے کبھی کوئی عذر کر کے ٹال دیا۔ اور کبھی کوئی بہانہ کر کے معذرت پیش کر دی۔

راہ نجات طریق النجات اور بعض اردو کتب و رسائل جنکا مجھے پتہ ملتا کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے حتیٰ کہ بعض اوقات بمبئی تک سے بھی بعض رسائل میں ٹکٹ بھیج کر منگاتا پڑھتا۔ اور لڑکوں میں تقسیم بھی کر دیا کرتا تھا۔

بعض سادات گھرانے اور قاضی فیملی شہر میں صاحب ثروت اور علم دوست بھی تھے۔ اور میرے انہی لوگوں سے تعلقات محبت بھی تھے۔ مگر ان کی دوستی اور محبت وفا بھی صرف دوستی تک ہی محدود تھے۔ جسمانی تعلقات سے آگے روحانی بہبودی اور بھلائی کا کبھی کسی کو خیال بھی نہ آیا۔ مگر میں ان کی محبت اور صحبت سے فیض یاب ہوتا گیا۔ اور میری روحانی تربیت گو انہوں نے نہ کی۔ مگر ان لوگوں کے تعلقات کا اثر ضرور مجھ پہ ہوتا ہی چلا گیا۔ اور وہ بیج جو اللہ پاک نے رسوم ہند کے ذریعے دل میں خود اپنے ہاتھ سے گاڑا تھا۔ اُگ کر پودا بنتا گیا۔ اور وہ صرف اور صرف اللہ تعالےٰ ہی کی آبیاری سے سینچا اور بڑھتا گیا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ رات کو سوتے وقت میں نے اس بات کا خاص طور سے اہتمام کیا کرتا تھا کہ میری چارپائی ایسے رخ نہ بچھے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔ اور اگر کبھی والدہ محترمہ چارپائی اس طرح بچھا دیتیں تو میں کوشش کر کے بجائے مشرق کے مغرب کو سرہانہ بنا کر سویا کرتا۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ بعض اوقات باوجود کوشش کے والدہ مجھے مجبور کرتیں۔ کہ اسی طرح سو جاؤ۔ جس طرح انہوں نے چارپائی بچھائی ہوتی۔ تو میں ان کے حکم کی وجہ سے اسی رخ سو جاتا۔ مگر سوتے میں اٹھ کر غلبہ خیال کے باعث میں پاؤں بجائے قبلہ کے مشرق کو کر لیا کرتا تھا۔ اور والدہ صبح کو دیکھ کر خفا بھی ہوا کرتیں کہ یہ کیا عادت ہے کہ تم سرہانے کی بجائے پائینتی کی طرف سو جاتے ہو۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ۱۸۹۴ء یا ۱۳۱۱ھ کے ماہ رمضان میں مہدی آخر زمان کے ظہور کی مشہور علامت یعنی کسوف اور خسوف پوری ہو گئیں۔ آج تک وہ نظارہ میری نظر کے سامنے ہے۔ اور وہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے سنائی دیتے ہیں۔ جو ہمارے ہیڈ ماسٹر مولوی جمال الدین صاحب نے اس علامت کے پورا ہونے پر سکول کے کمرہ کے اندر ساری جماعت کے سامنے بولے تھے کہ:

> "مہدی آخر الزمان کی اب تلاش کرنی چاہیئے
> وہ ضرور کسی غار میں پیدا ہو چکے ہیں۔ کیونکہ ان
> کے ظہور کی بڑی علامت آج پوری ہو چکی"

میں بھی جماعت میں موجود تھا۔ وہ کمرہ وہ مقام اور لڑکوں کا وہ حلقہ اب تک میری نظر کے سامنے ہے۔ وہ کرسی جس پر بیٹھے ہوئے مولٰینا نے یہ الفاظ کہے۔ وہ میز جس پہ ہاتھ مار مار کر لڑکوں کو یہ خبر سنائی خدا کے حضور شہادت دیں گے۔ کہ مولوی صاحب موصوف پہ اتمام حجت ہو چکی۔ "مہدی آخر الزمان"! میرے کان ابھی تک اس نام سے ناآشنا تھے۔ "ان کا کسی غار میں پیدا ہونا ان کے ظہور کی بڑی علامت" یہ الفاظ میرے واسطے اور بھی اچنبہ تھے۔ میں مڈل میں تعلیم پاتا تھا۔ طبیعت میں ٹوہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ استاد سے بوجہ حجاب اور ادب نہ پوچھ سکا۔ آخر ہم جماعتوں سے اس معمہ کا حل چاہا جنہوں نے اپنے مروجہ عقیدہ و خیال کے مطابق مجھے سارا قصہ کہہ سنایا۔

عام مسلمانوں میں ظہور مہدی آخر الزمان کے متعلق جو خیالات۔ روایات اور قصے کہانیاں رائج تھیں۔ اور مہدی آخر الزمان کے ظہور سے مسلمانوں کی جو امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ زبان زد خلائق ہیں۔ ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میرے دل میں جو باتیں ان قصوں کو سن کر پیدا ہوئیں۔ اور جنہوں نے میری روحانیت میں اور اضافہ کیا وہ ذیل کی چند باتیں ہیں۔

(۱) تیرہ سو سال قبل ایک واقعہ کی خبر دینا جو دوست دشمن میں مشہور ہو چکی ہو۔ اور پھر اس کا عین وعدہ کے مطابق پورا ہو جانا۔

(۲) وہ واقعہ انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ آسمان پہ ہوا۔ جہاں انسان کی پہنچ نہیں۔ اور نہ ہی انسان کا کسی قسم کا اس میں دخل ہے۔

(۳) مہدی آخر الزمان کی شخصیت۔ اس کا کفر کو مٹانا اور اسلام کو بڑھانا۔ اور اسلامی لشکر تیار کر کے کافروں کو تلوار کے گھاٹ اتارنا اور مسلمانوں کے فتوحات کے خیالات۔

(۴) دعا اور اس کی حقیقت۔ اور خدا کا بندوں کی دعاؤں کو سننا۔ اور قبول کرنا۔ کیونکہ اولیاء امت محمدیہ مہدی آخر الزمان کے ظہور کے لئے دعائیں کرتے رہے ہیں۔ آخر وہ قبول ہوئیں

(۵) یہ باتیں اسلام کی صداقت کی واضح اور بین دلیل ہیں اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو خدا کا پیارا۔ اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یہ پنجگانہ امور اپنی مجمل سی کیفیت کے ساتھ میرے دل پہ اثر انداز ہوئے۔ اور اس واقعہ نے میرے ایمان میں ترقی و تازگی اور روحانیت میں اضافہ کر دیا۔ اور میں بھی مہدی آخر الزمان کو پانے کے لئے بیتاب ہونے لگا جس کے حصول کے لئے مجھے دعاؤں کی عادت ہو گئی۔

میں راتوں کو بھی جاگتا۔ اور دنوں میں بے قرار رہتا۔ اور مہدی آخر الزمان کی تلاش کا خیال بعض اوقات ایسا غلبہ پاتا کہ میں دیوانہ وار جنگل میں نکل جایا کرتا۔ اور پکار پکار کر بعض اوقات رو رو کر بھی اللہ تعالےٰ کے حضور اس مقدس وجود کے پانے کے لئے التجائیں کیا کرتا۔

چونیاں شہر اور اس کے نواحی کھنڈرات جن لوگوں نے دیکھے ہیں۔ وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کھنڈرات کتنے پیچیدہ بھیانک اور ڈراؤنے واقعہ ہوئے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ کتنا لمبا اور خطرناک چلا گیا ہے۔ خصوصاً ٹنٹو شاہ مقبرہ کے آس پاس۔ مگر میں باوجود اس کم سنی کے تنہائی کی تلاش میں۔ اور اس خیال سے کہ کوئی متنفس میری آہ و بکا اور دعا و پکار کو سننے نہ پائے۔ بے دھڑک شوق سے ان کے پیچ در پیچ غاروں کے اندر چلا جاتا۔ اور دل کھول کر دعائیں کیا کرتا تھا۔

ان واقعات کو سننے یا پڑھنے والے تو تعجب کریں گے۔ میں خود بھی ان حالات کو سامنے رکھ کر بے حد متعجب ہوا کرتا ہوں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ وہ حالات تھے بھی حیرت ناک اور تعجب انگیز۔ اور ان میں دیوانگی اور جنون کا رنگ پایا جاتا تھا میں مجلسی زندگی سے متنفر اور تنہائی پسند ہو گیا۔ اور آبادی کی نسبت مجھے جنگل اور ویرانے بھانے لگے۔ اور اسی میں میری راحت۔ خوشی اور سارا سرور ہوا کرتا تھا

میں کھیل کود کا مشتاق تھا۔ میرا بدن چھریرا مگر مضبوط تھا۔ سکول کے جمناسٹک ماسٹر جسمانی ورزش کے کرتبوں۔ دوڑ۔ پھاند کرکٹ کی وجہ سے خوش تھے۔ مگر یہ ساری باتیں ایک عرصہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئیں۔ اور مجھے کسی چیز میں سوائے تنہائی میں دعا کے دلچسپی باقی ہی نہ رہ گئی۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل سے تھا۔ میری عقل۔ تدبیر یا کوشش کو قطعاً اس میں کسی قسم کا دخل نہ تھا۔ جسطرح اللہ تعالےٰ نے خود میری خواہش بلکہ علم کے بھی بغیر میرے سینہ و دل میں ایمان کا بیج بو یا شگوفہ بنایا۔ اور اس کی آبیاری فرما کر پودا بنا دیا۔ اسی طرح غیب ہی سے اس نے خود سارے سامان اس کی حفاظت اور ترقی کے بھی جمع فرمائے۔ مجھ سے اگر کوئی دلیل کا طالب ہوتا تو میں نفی میں جواب دیتا۔ اور صرف یہ بتا سکتا کہ میرے دل میں ان صداقتوں کا آفتاب اور ماہتاب کے وجود کی طرح یقین ہے۔ اس کے سوا کوئی دلیل نہ تھی۔ کیونکہ میں نے اس نور کو کسی دلیل سے حاصل نہ کیا تھا۔ بلکہ خود خدا نے مجھے وہ نور دیا تھا۔ (باقی آئندہ)

وزیر خارجہ ایران کی وفات

میں نے نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ ہز ایکسیلنسی عنایت اللہ سمیعی خان وزیر خارجہ ایران کی وفات کی خبر کو اخبارات میں پڑھا۔

مجھے ذاتی طور پر ۲۹ء کے آخر ہز ایکسیلنسی کی شرف زیارت کا بغداد میں موقع ملا۔ جہاں آپ جلالۃ الملک فیصل کی حکومت میں ایران کے سفیر فوق العادہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے میں اسوقت اخبار "اسلامی دنیا" کے جاری کرنے کے خیال سے مصر جا رہا تھا۔ میرے اس خیال کو تمام عربی ممالک میں نہایت احترام سے دیکھا گیا تھا۔ بلکہ جلالۃ الملک فیصل نے مجھے کہا کہ اگر بغداد سے اس قسم کا اخبار جاری کرو۔ تو میری حکومت ہر قسم کی ممکن سہولت مہیا کرنیکی کوشش کرے گی۔ مگر بعض وجوہات کی بناء پر عذر خواہی چاہی۔ اسی سلسلہ میں میں اسلامی حکومتوں کے سفراء سے بھی ملا جنمیں ہز ایکسیلنسی سمیعی خان بھی تھے۔ ہز ایکسیلنسی کے بلند اخلاق کا گہرا نقش میرے قلب پر اب تک ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ ان کا چہرا بڑا اور گول تھا۔ ماتھا بہت کھلا اور خندان تھا۔ میرے مقصد کو سن کر اچھل پڑے۔ ایرانی اعلیٰ اخلاق کا انہوں نے مظاہرہ فرمایا مجھے ایران جانے کی دعوت دی۔ اور ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرنے کا وعدہ کیا جب میں نے وقت کی تنگی کا ذکر کیا۔ تو آپ نے ہوائی جہاز سے مجھے سرکاری خرچ پر بھیجنے کے لئے فرمایا۔ مگر حالات ایسے تھے کہ میں نے دوسرے وقت پر اس تجویز کو ملتوی کرنا ضروری خیال کیا۔

قیام بغداد کے ایام میں ہز ایکسیلنسی نے متعدد مرتبہ باریاب ہونیکا موقعہ دیا۔ ہر دفعہ چائے اور قہوہ سے تواضع کی۔ اسلامی دنیا کے لئے ایک مفصل اور لمبا مضمون ایران جدید پر لکھ کر ٹائپ کر کے مجھے بھیج دیا میری درخواست پر اپنا فوٹو بھی مرحمت کیا۔ اور قاہرہ سے بھی کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رکھی۔ سمیعی خان ایک مخلص وطن۔ مخلص حکومت انسان تھے۔ اپنے اخلاق کے لحاظ سے بہت بلند اخلاق اور وسیع النظر اور وسیع العلم انسان تھے۔ انکی وفات سے ایران میں ایک ایسا فراغ پیدا ہو گیا ہے جسکا جلد پر ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ عراق سے آپ برلن میں سفیر مقرر کئے گئے تھے اور پھر ایران کے وزیر خارجہ۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ نے عالم اسلامی کو متحد کرنے کے سلسلہ میں اسلامی حکومتوں سے ایک معاہدہ کر کے مسلمانوں کی ایک شاندار خدمت سرانجام دی۔ میں اس مہربانی اور سلوک کو مد نظر رکھتے ہوئے جو آپ نے مجھ سے ایام قیام عراق میں فرمایا۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ انکی وفات پر چند سطریں لکھ کر عالم اسلامی کے اس قیمتی نقصان پر دو آنسو بہاؤں۔

مسرت افزا ولادتیں

۱۔ یہ خبر نہایت مسرت سے پڑھی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب قبلہ کے بڑے صاحبزادے حکیم مفتی محمد منظور صاحب کو پہلا بیٹا ۲ مارچ کو عطا فرمایا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو عمر دراز دے۔ اور خادم دین نافع الناس بنائے۔ ہم حضرت مفتی صاحب قبلہ اور حکیم صاحب کی خدمت میں اس تقریب پر مبارک باد پیش کرتے ہیں

۲۔ جناب مرزا گل محمد صاحب سالار جیش نیشنل لیگ کور کو اللہ تعالیٰ نے ۲۴ مارچ ۲۶ء کو دوسرا فرزند ارجمند مرحمت فرمایا۔ ہماری دعا ہے کہ یہ مولود اقبال مند۔ صاحب عمر۔ نافع الناس خادم دین ہو۔ ہم صدق دل سے مرزا صاحب موصوف اور خاندان کے تمام ممبروں کی خدمت میں صدق دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

سردار عبدالرحمن صاحب بی۔اے کی جیل سے رہائی

۲۴ مارچ کو ۵ بجے کی گاڑی سے سردار عبدالرحمن صاحب بی۔اے۔ جو اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلہ میں سکھ مجسٹریٹ بھائی جسونت سنگھ کی عدالت سے ۶ ماہ کے لئے سزایاب ہو گئے تھے۔ اپیل میں عدالت سشن سے جتنی قید بھگت چکے تھے اتنی پر ہی اکتفا کر لینے کے فیصلے کے مطابق رہا ہو کر قادیان واپس تشریف لائے۔ نیشنل لیگ کی طرف سے ان کے استقبال کا انتظام تھا۔ باوردی کور کے علاوہ ایک بہت بڑا مجمع اسٹیشن پر موجود تھا۔ سردار صاحب ہشاش بشاش تھے پلیٹ فارم پر تمام احباب کو مصافحہ کا موقعہ دیا گیا۔ ماسٹر صاحب کو اسقدر پھولوں کے ہار ڈالے گئے کہ وہ سارے جسم پر چھا جانے کے علاوہ کثرت سے اتارنے پڑے۔ مستورات بھی کئی سو کی تعداد میں اپنے مجاہد بھائی کو دیکھنے کے لئے ایک طرف جمع ہو گئی تھیں جنکو سردار صاحب نے بلند آواز سے السلام علیکم کہا۔ سردار صاحب سیدھے مسجد مبارک میں تشریف لے گئے۔

ہم سردار صاحب کو انکی اس مجاہدانہ اور شجاعانہ خدمت پر جو اظہار حق کیلئے انہوں نے ادا کی۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں قید و بند کی تکلیف اٹھائی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی عمر میں برکت دے۔ آمین

وصیتیں

نمبر ۵۰۰۵

منکہ محمد حسین ولد امیر علی قوم قریشی پیشہ درزی عمر ۳۱ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۹ء ساکن کھوٹہ ڈاکخانہ خاص ضلع راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد میری ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے میری جائیداد اسوقت بمعہ دیگر شرکار ۱۵ کنال ملکیت جس کی قیمت اس وقت پانصد روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۹ کنال زمین غلہ بٹائی نصف موروثی ہے۔ جس کی قیمت ایک سو چالیس روپے ہے۔ اس کے علاوہ ایک کنال گیارہ مرلہ زمین ہے ۱۰۰ سو روپیہ میں۔ اور دس کنال زمین بارانی ۱۰۰ سو روپیہ میں رہن ہے۔ اور دو مکان خام قیمت دو سو روپیہ ہے۔ اس جائیداد کے ۱/۳ حصے کا میں مالک ہوں۔ نیز اس جائیداد کے علاوہ میں درزیوں کا کام بھی کرتا ہوں جس کا ماہواری آمد کا اندازہ کام کے گھٹنے بڑھنے کی وجہ سے مشکل ہے۔ اس لئے جو ماہواری آمد ہو گی۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو [illegible] رہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور آمدنی۔ یا جائیداد ہوئی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی ادائیگی کا صدق دل سے اقرار کرتا ہوں۔

العبد۔ محمد حسین قریشی احمدی۔

گواہ شد:۔ ایم نواب خان احمدی حال کھوٹہ

گواہ شد:۔ غلام نبی سکنہ کھوٹہ

گواہ شد: سعید اکبر موصی۔

نمبر ۴۹۹۸

منکہ شریفن زوجہ صوبیدار شیر محمد خاں قوم راجپوت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن قادیان محلہ دار العلوم۔ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۳/۲۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ مہر ایک ہزار روپیہ جو کہ ابھی میرے شوہر کے ذمہ ہے چوڑیاں طلائی چار عدد (چار تولہ) کانٹے وزنی اڑھائی تولہ طلائی۔ بالیاں دو عدد طلائی یک تولہ۔ انگوٹھی طلائی ۱/۲ تولہ۔ چاندی وزنی چالیس تولہ۔ اس وقت ان سب کی قیمت تین صد روپیہ ہوتی ہے۔ یہ کل رقم مبلغ ۱۳ صد روپیہ کے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میری وفات کے بعد اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کی بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کر دوں۔ تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت سے منہا کر دی جائے گی۔ الامۃ: شریفن۔

گواہ شد:۔ صوبیدار شیر محمد خاں خاوند موصیہ دار العلوم قادیان۔

گواہ شد: امام دین ولد حکم دین سکنہ محلہ دار الرحمت قادیان بقلم خود

نمبر ۴۹۹۹

منکہ مہدی حسین ولد سید فرزند علی صاحب قوم سید عمر ۱۷ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۳ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۲۶ ۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت جائیداد غیر منقولہ بصورت اراضی زرعی موازی ۱۰ بیگھہ بروئے پیمائش موضع سید کھیڑی تعلقہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں موجود ہے جس میں کسی کی شراکت نہیں ہے۔ میں اس کی قیمت نہیں لگا سکتا یہ زمین ریاست پٹیالہ میں واقع ہے۔ اس لئے دوسرے علاقہ میں کوئی نہیں لے سکتا۔ اگر یہ فروخت ہو جائے تو میں اس کی قیمت بحصہ چہارم صدر انجمن احمدیہ قادیان میں ادا کر دوں گا۔ ورنہ اگر انجمن چاہے تو کوئی انتظام فروخت خود کر لیوے۔ میری اس کے سوا کوئی آمد مقررہ نہیں ہے مجھے اگر کوئی آمد کسی ذریعہ سے ہوا کریگی تو اس کا بھی چہارم حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ یہ میری وصیت چہارم حصہ جائیداد یا آمد کی ہے۔ میری وفات کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اس کے بھی چہارم حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے ورثا کو اسکا پابند ہونا ضروری ہوگا۔

العبد۔ مہدی حسین خادم المسیح قادیان۔ گواہ شد۔ خیر دین سیکھوانی بقلم خود

گواہ شد: عطا محمد محرر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

وصیتیں

نمبر ۴۹۶۵

منکہ علی ابن عبد القادر ولد مولوی عبد القادر صاحب ایم اے قوم قریشی عمر تقریباً بائیس سال پیدائشی احمدی ساکن پورینی ضلع بھاگلپور۔ صوبہ بہار۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹/۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری جائیداد مبلغ ۱۶۰ روپے نقد کی ہے۔ اور اس کے علاوہ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں اپنی موجودہ جائیداد مبلغ ۱۶۰ روپے کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ اور میں مرنے کے وقت میری جو جائیداد منقولہ و غیر منقولہ علاوہ رقم مذکورہ بالا کے ثابت ہو گی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کا صدر انجمن احمدیہ کو وارث قرار دیتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی آمد نہیں ہے۔ لیکن میں وصیت کرتا ہوں کہ میں آئندہ بھی جو آمدنی میری ہو گی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔

العبد: علی ابن عبد القادر بقلم خاص۔

گواہ شد: حکیم ابو الخیر محمد سعید سیکرٹری جماعت احمدیہ بھاگلپور۔

گواہ شد: حکیم احتشام الحق بقلم خاص ساکن لال خاں کی درگاہ بھاگلپور۔

نمبر ۴۹۹۰

منکہ حاکم بی بی زوجہ مرزا عبد الکریم چغتائی قوم راجپوت عمر ۵۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد مندرجہ ذیل اشیاء پر مشتمل ہے۔

(۱) مشین کپڑا سینے کی ایک عدد قیمتی مبلغ ۱۱۰ روپے۔

(۲) دو عدد بالیاں طلائی ایک تولہ قیمتی ۳۶ روپے۔

(۳) اس کے علاوہ میرا حق مہر مبلغ ۳۲ روپے ہے جو ذمہ خاوند ہے۔ کل میزان ۱۷۸ روپے۔ میں اس کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۸ حصہ کی بھی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں وفات سے قبل کوئی حصہ وصیت یا جائیداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو حصہ وصیت سے منہا کیا جائے گا۔

العبد: حاکم بی بی بقلم خود۔

گواہ شد: مرزا عبد الرؤف دار الفضل میڈیکل ہال

گواہ شد: مرزا عبد الکریم چغتائی خاوند موصیہ۔

نمبر ۴۹۹۱

منکہ امۃ الرحمن زوجہ محمد شفیع صاحب احمدی قوم راجپوت بھٹی عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار الرحمت ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری حسب ذیل جائیداد ہے۔

(۱) ا۔ بالیاں طلائی دو عدد

ب۔ کانٹے طلائی ایک جوڑہ

ج۔ انگوٹھی طلائی ایک عدد کل قیمت ہر سہ زیورات مبلغ یک صد روپیہ۔

(۲) مہر مبلغ دو صد روپیہ (جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے) یعنی اس وقت میری تین صد روپیہ کی جائیداد ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اور اس کے علاوہ بھی اگر بوقت وفات میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہو گی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ وغیرہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر کے اس کی رسید حاصل کر لوں تو وہ منہا کیا جاوے۔

العبد: امۃ الرحمن بقلم خود

گواہ شد: محمد شفیع انور خاوند موصیہ محلہ دار الرحمت قادیان۔

گواہ شد: چوہدری محمد شریف مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

رسالہ المبشر ایک علمی و ادبی ماہنامہ

۱۔ یہ واحد علمی و ادبی مجلہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے شائع ہوتا ہے۔
۲۔ اسمیں عام رسائل کی طرح مخرب اخلاق اور حیا سوز غزلیں شائع نہیں ہوتیں۔
۳۔ یہ رسالہ نظارت تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ کا باقاعدہ منظور کردہ ہے۔
۴۔ سالانہ قیمت صرف دو روپے۔ معدقہ طلباء سے صرف ڈیڑھ روپیہ۔

منیجر رسالہ المبشر قادیان (پنجاب)

نمبر ۴۹۹۳

منکہ چوہدری محمد شریف ولد مولوی عبد الحکیم قوم آرائیں پیشہ تجارت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۱ء ساکن قادیان دار العلوم ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ من مظہر ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہے۔ اس وقت میری جائیداد بصورت مکان جو محلہ دار العلوم میں ہے جس کی قیمت تقریباً بارہ صد روپیہ ہے۔ اور تجارت پر اسوقت میرا چھ صد روپیہ لگا ہوا ہے اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر میرے مرنے پر کوئی جائیداد ثابت ہو گی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اس کے علاوہ میں وصیت کرتا ہوں کہ جو میری ماہوار آمدن ہو گی اس کا ۱/۱۰ حصہ بطور وصیت ادا کرتا رہوں گا۔

العبد: چوہدری محمد شریف بقلم خود۔ گواہ شد: محمد نذیر دکاندار برادر موصی۔ گواہ شد: حسن محمد دکاندار قادیان بقلم خود۔

نمبر ۴۹۹۴

منکہ عبد الحکیم ولد نیک شاہ قوم آرائیں سابقہ پیشہ زمیندارہ عمر ۷۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۷ء ساکن قادیان محلہ دار العلوم ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد بصورت زمین وغیرہ کوئی نہیں ہے صرف یک صد روپیہ نقد ہے۔ جو میرے لڑکے نے مجھے دیا ہے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اگر میرے مرنے کے بعد اور کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ میرے ورثاء میری وصیت میں داخل کر دیں گے۔

العبد: عبد الحکیم بقلم خود

گواہ شد: محمد شریف ٹھیکیدار بھٹہ قادیان۔

گواہ شد: محمد نذیر پسر موصی دکاندار قادیان۔

نمبر ۴۹۵۵

منکہ حمید اللہ ولد میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم قوم میر پیشہ ملازمت عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن شیخ پور ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت مندرجہ ذیل جائیداد ہے۔ ایک مکان سکونتی واقع موضع شیخ پور ضلع گجرات جس کی مالیت قریباً چار سو پچاس روپیہ ہے۔ اور دو بیگھہ زمین مزروعہ جس کی مالیت قریباً بارہ سو روپیہ ہے۔ کل قیمت جائیداد ۱۶۵۰ روپیہ ہے۔ جو موضع شیخ پور مذکور میں واقع ہے۔ اس کی ایک چوتھائی کا میں مالک ہوں۔ اس کے علاوہ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ قریباً پچانوے روپیہ ماہوار ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو کہ بوقت وفات ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں۔ تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد: حمید اللہ

گواہ شد: ذکاء اللہ برادر موصی۔

گواہ شد: امان اللہ برادر موصی

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپوا کر دفتر اخبار الحکم نزد ابب منزل قادیان سے شائع کیا